باسمہ تعالیٰ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشًا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنوہاشم کو فضیلت دی اور بنوہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی (مسلم شریف)

القول الاسلم فی فضل نسب النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

المعروف بہ

رسول اللہ ﷺ کے خاندانی فضائل

مؤلف

حضرت مولانا مفتی سید محمد مشہود حسن ضامنی حسنی

استاذ حدیث مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی

ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکادمی

اکرام آباد، لیاقت آباد، کراچی، پاکستان

ف: ۴۹۱۳۹۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری

باسمہ تعالیٰ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی (مسلم شریف)

القول الاسلم فی فضل نسب النبی الاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)

المعروف بہ

رسول اللہ ﷺ کے خاندانی فضائل

مؤلف
حضرت مولانا مفتی سید شہود حسن حسنی
استاذ حدیث مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی

ناشر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرحیم اکادمی
اکرام آباد، لیاقت آباد، کراتشی، پاکستان
ت: ۴۹۱۲۶۹۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ن والقلم وما یسطرون

۲ محرم — زکلک سیہ کار عبدالرحیم — ۱۳۵۹ھ

نام کتاب : اَلْقَوْلُ الْاَسْلَمُ فِیْ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِیِّ الْاَکْرَمِ
اَلْمَعْرُوْف بِہٖ
رسولُ اللہ ﷺ کے خاندانی فضائل

کتابت : ____________ محمد شریف میواتی

ٹائیٹل : ____________ حافظ محمد ساجد بجنوری

سنِ طباعت : ____________ دسمبر ۱۹۹۳ء
جون ۲۰۰۵ء

تعداد : ____________ ۱۰۰۰ ہزار

قیمت : ____________ ۵۶ روپے

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد
کراچی ۷۵۹۰۰

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

کچھ عرصہ قبل امروہہ میں جناب مصباح احمد صدیقی اور جنید اکرم فاروقی صاحبان نے علم الانساب میں ایک کتاب تحفۃ الانساب کے نام سے شائع کی جس میں ان حضرات نے بہت سی فاش غلطیاں کیں جن میں سے کچھ تو ان حضرات کے اپنے ذہنی اختراع کا نتیجہ ہیں. اور کچھ جناب محمود احمد صاحب عباسی کی تحریرات کا تاثر ہے. عباسی صاحب شیعہ مخالفت کی غیر معمولی شدت کی وجہ سے دائرہ اہلِ سُنت سے نکل کر خارجیت کی حدود میں داخل ہو گئے تھے اس لئے ان کی وطنِ عزیز کی تاریخی خدمات کا جہاں تک تعلق ہے وہ یقیناً قابلِ قدر اور لائق ستائش ہیں لیکن چونکہ وہ خود جادۂ حق سے ہٹ چکے تھے اس لئے ان کی تحریرات کا عقائد کے بارے میں نہ کوئی اعتبار ہوگا اور نہ ہی ان کو کوئی درجہ استناد حاصل ہوگا۔ تاہم عباسی صاحب چونکہ امروہہ کے بڑے بڑے علماء و صلحاء اور اولیاء کرام کو دیکھے ہوتے تھے اس لئے ان کی تحریرات کے اندر کافی حد تک توازن پایا جاتا ہے۔ مگر یہ حضرات اپنی بچکانہ روش میں کسی بھی قسم کے نشیب و فراز کی کوئی رعایت نہ رکھ سکے اور جا بجا غلطیاں کیں اگر ان کی کتاب منظرِ عام پر نہ آتی تو

تعلق خاطر کی بناء پر زبانی یا تحریری طور پر کچھ افہام و تفہیم کی گنجائش کا امکان تھا مگر جب باقاعدہ ان کی کتاب کی اشاعت کی جا چکی تو اب بجز اس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ ان حضرات کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے امتِ مسلمہ کو ان پر متنبہ کر دیا جائے. ان حضرات نے جہاں ائمۂ اہلِ بیت کو شیعوں کا خودساختہ امام قرار دیا اور ان کی شان میں بے توقیری کا انداز اختیار کیا نیز آیتِ تطہیر اور اہلِ بیت سے متعلق احادیث کو من گھڑت اور موضوع قرار دیا وغیرہ غلطیاں کیں وہیں ایک سب سے بڑی سنگین غلطی یہ کی کہ اپنے خاندانوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بنوہاشم پر فوقیت اور فضیلت دی جس کو کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا جس طرح یہ ہماری قلبی محبت اور عقیدت کے خلاف ہے اسی طرح یہ حقیقت کے بھی بالکل خلاف ہے کیونکہ حقیقت اور واقعیت یہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان بنوہاشم دنیا کا افضل ترین خاندان ہے مگر ان حضرات نے خاندانی فضائل کو علی ترتیب الخلافۃ قائم کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بنوہاشم کو چوتھے نمبر پر رکھ کر آپ کی خاندانی اور نسبی اہانت کا ایسا نمونہ پیش کر دیا جس کی نظیر چودہ سو سال کے سابقہ عرصہ میں کہیں نہیں ملتی۔ چونکہ اس رسالہ کا اہم ترین مقصد جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی نسبی برتری اور خاندانی عظمت و شرافت پر حملہ کا دفاع ہے اس لئے اس رسالہ کا انتساب بھی سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف کیا جاتا ہے۔ اِس رسالہ کے اندر

جو کچھ خوبیاں نظر آئیں تو ناظرین ان کو احقر کے اساتذہ بالخصوص قطب العالم مرشدنا واستاذنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت کے خلیفۂ ارشد سیدنا حضرت مولانا نیاز محمد صاحب قدس اللہ اسرارہم کا فیض تصور کریں اور اگر کوئی خامی نظر آئے تو اس کو احقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے احقر کو اس پر مطلع فرمائیں. اللہ ربُّ العزۃ اپنی خصوصی عنایت سے احقر کی اس تحریر کو قبول فرماکر احقر کے لئے اور اس کے والدین واساتذہ ومشائخ اور جملہ احباب ومتعلقین ومعاونین اور تمام ہی اہلِ اسلام کی مغفرت کا سبب بنائے اور اُمّتِ مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچائے آمین ثم آمین۔

احقر الزمن مشہود حسن بن مولانا السید مقبول حسن الحسنی الامروہوی

۵ر دسمبر ۱۹۹۳ء

تقریظ

از رئیس الفقہاء والمحدثین

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری محدث دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدًا لِمَوْلَانَا الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ فَکَرَّمَهٗ، ثُمَّ اصْطَفٰی مِنْهُمْ اَصْفِیَاءَهٗ وَرُسُلَهٗ، وَفَضَّلَ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ حَتّٰی جَعَلَ سَیِّدَهُمْ حَبِیْبَهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ، اَمَّا بَعْدُ:

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد کے شروع میں اس موضوع پر طویل گفتگو کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز میں تفاضل رکھا ہے، جمعہ کے دن کو باقی چھ دنوں پر فضیلت حاصل ہے، سال کی تمام راتوں میں شبِ قدر کو فضیلت حاصل ہے، سال کے تمام مہینوں میں ماہ رمضان کو فضیلت حاصل ہے، بقاعِ ارض میں کعبہ معظمہ کو دیگر خطوں پر فضیلت حاصل ہے، علامہ نے ایسی بہت سی فضیلتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور یہ تفاضل مساوات کے منافی بالکل نہیں ہے، کیونکہ اعتبارات مختلف ہیں، مساوات ذاتی اور تفاضل عرضی، تمام ایام بالذات مساوی ہیں اور جمعہ کا دن اس میں پائے جانے والے خصوصی واقعات

اور اہم عبادات کی وجہ سے افضل ہے ، تمام راتیں بالذات یکساں ہیں اور شب قدر بایں وجہ کہ اس میں نزول قرآن ہوا ہے ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ مہینے سب ذاتی اعتبار سے یکساں ہیں اور ماہ رمضان نزولِ قرآن کی برکت اور روزوں وغیرہ عبادات کی وجہ سے افضل قرار پایا ہے۔ اجزائے زمینی ہونے کے اعتبار سے زمین کے تمام خطے مساوی ہیں مگر تجلی گاہ ربُّ العالمین ہونے کی وجہ سے کعبہ مشرّفہ کو دیگر بقاع پر فضیلت حاصل ہے۔

اسی طرح انسان کی فضیلت دیگر مخلوقات پر "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل) میں منصوص ہے ، اور یہ فضیلت خلقی اعتبار سے تو کلی ہے یعنی پوری نوع انسانی کو حاصل ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ میں اسی کا بیان ہے۔ اور دینی یعنی اخروی اعتبار سے جزئی ہے، یعنی صرف مؤمنین کو حاصل ہے۔ پھر انسانوں میں صنف رجال کو صنفِ نساء پر فضیلت حاصل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے " اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ " اور مساوات مرد و زن نوعی اعتبار سے ہے ، اور تفاضل صنفی اعتبار سے ہے پس دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جس طرح تمام انسان یکساں ہیں مگر بعض اعتبارات سے بالغ کو بچوں پر ، خواندہ کو ناخواندہ پر متخصص کو غیر متخصص پر ، آباء کو ابناء پر ، اساتذہ کو تلامذہ پر ، اور ملوک کو رعایا پر فضیلت حاصل ہے۔

اسی طرح انسانوں میں تفاضل کی ایک بنیاد انتماء (منسوب ہونا) ہے ، خواہ یہ نسبت روحانی ہو یا نسبی ، ابناء ملوک (شہزادوں) کی جو فضیلت لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہے اسی طرح استاد زادوں اور پیرزادوں کا جو احترام دنیا کرتی ہے اس کی وجہ یہی انتماء ہے ۔ انبیاء کرام کی امتوں میں تفاضل اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خیریت کی بنیاد بھی یہی نسبتوں کا اختلاف ہے۔

دوسری بنیاد اخروی کمالات ہیں ، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ میں اسی کا بیان ہے۔ تیسری بنیاد دینی فضائل ہیں۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا فِي الدِّيْنِ میں اسی کا بیان ہے۔

اور ایک لوگوں کی خودساختہ بنیاد خاندانی تعلیاں اور مزعومہ برتریاں ہیں قرآن کریم نے اس عاری نسبی تعلیوں کے برتری کی بنیاد ہونے کی شدت سے مخالفت کی ہے ، اور فرمایا ہے کہ انسانوں کی شعوب و قبائل میں تقسیم محض باہمی تعارف کے لئے ہے۔ اس کو تفاخر کی بنیاد بنانا قطعاً درست نہیں ہے ، البتہ مذکورہ تین بنیادیں شرعی بنیادیں ہیں ، اور انہی بنیادوں کی وجہ سے عرب کو غیر عرب پر فضیلت حاصل ہے ، کیونکہ عربوں کا انتماء سیدالاولین والآخرین کی طرف ہے ، ایک قدرے ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ عربوں سے محبت تین وجوہ سے کرو

اسؒ وجہ سے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہوگی، اور اسی بنیاد کی وجہ سے قریش کو دیگر عربوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور لا فضل لعربی علیٰ عجمی میں نفی ایسی طبقاتی تقسیم کی ہے کہ جس کی وجہ سے نوعی تساوی بھی باقی نہ رہے جیسے ہندو اقوام نے اپنے درمیان ایسی باہمی طبقاتی تقسیم کردی ہے کہ ان میں نوعی تساوی بھی باقی نہیں رہتی ہے اس طرح کی انسانوں کی کوئی بھی تقسیم غیر شرعی ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ تفاضل کی مذکورہ بالا تین شرعی بنیادوں میں سے اگر کسی جگہ دو یا تینوں اکٹھا ہوجائیں تو نور علیٰ نور، اس کی فضیلت اور برتری میں کیا شبہ ہوسکتا ہے اور اگر کسی جگہ تعارض ہوجاتے تو دوسری اور تیسری بنیادیں اصل ہیں، اور پہلی بنیاد یعنی انتماء ثانوی درجہ کی چیز ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ خود منقح ہوکر سامنے آجاتا ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل خلفائے اربعہ میں خلافت راشدہ کی ترتیب کے مطابق اور اس تفضیل کی بنیاد دینی کمالات، اخروی فضائل، تقویٰ طہارت اور اسلام کے لئے خدمات ہیں اس تفاضل میں انتماء کو بنیاد نہیں بنایا گیا ہے کیونکہ وہ ثانوی درجہ کی چیز ہے بلکہ خلفائے اربعہ کے بعد اصحاب بدر پھر اصحاب بیعت رضوان الخ کی فضیلت کی بنیاد بھی یہی امور قرار پائے ہیں، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ، اور حضرت فاطمۃ الزہراء میں جو تفاضل کی بحث ہوئی ہے

اس کی بنیاد بھی یہی دینی کمالات ہیں، مگر جب اس کے ساتھ انتماء کو بھی ملایا جاتا ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت مسلّمہ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اوّل دو کا انتماء زوجیت کا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جزئیت کی ہے، اور ظاہر ہے کہ جزئیت کی نسبت قوی تر ہے اور جن بزرگوں نے صرف کمالات دینی اور جذباتِ اسلام کو ملحوظ رکھا، انتماء کو اس باب میں دخیل نہیں سمجھا، انہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی فضیلت یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بتائی۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

مگر جب بحث خاندانوں کے تفاضل کی آتی ہے یا اولادِ صحابہ کے تفاضل کی بات آتی ہے تو وہاں بنیاد صرف یہی انتماء ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اجلی بدیہیات میں سے ہے، اور اس پر اجماعِ امت بھی ہے پھر بنو ہاشم کی فضیلت ہے ثم وثم، کیونکہ بنی فاطمہ کو دو نسبتیں حاصل ہیں۔ (۱) خاندانی یعنی بنو ہاشم میں سے ہونا۔ (۲) جزئیت و بعضیت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونا، اور بنو ہاشم کو صرف پہلی نسبت حاصل ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد کا انتماء ان کے آباء کی طرف ہے، اور ان کے آباء گو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں مگر سیدِ کونین کی نسبت سے فروتر ہیں، اور بنی فاطمہ کو فضیلت حضرت فاطمہ کی طرف انتماء سے حاصل نہیں ہے بلکہ ذاتِ نبوی کی طرف انتساب

کی وجہ سے حاصل ہے۔

امروہہ کے نام نہاد محققوں کو اس جگہ دھوکا لگا ہے، انہوں نے یہ خیال جمالیا ہے کہ بنی فاطمہ کو فضیلت حضرت فاطمہ کی طرف انتماء کی وجہ سے حاصل ہے، اور خلفاء کی اولاد کو حضرات خلفاء کی طرف انتماء کی وجہ سے اور خلفاء اربعہ کی فضیلت حضرت فاطمہ پر مسلم ہے پس ان کی اولاد بھی افضل ہوگی۔

مگر حقیقت حال وہ ہے جو میں نے عرض کی کہ بنی فاطمہ کو فضیلت ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتماء کی وجہ سے حاصل ہے۔ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الکائنات ہیں پس آپ کی اولاد کا بھی مقام بلند ہوگا اور اس بات کی دلیل کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے یہ ہے کہ اولاد حضرت فاطمہ رضؓ، اولاد حضرت علیؓ جو ان کی حضرت فاطمہ رضؓ کے علاوہ دیگر ازواج سے ہے، بلاشبہ افضل ہے۔ اگر فضیلت کی بنیاد حضرت فاطمہ رضؓ کی طرف نسبت ہوتی تو معاملہ برعکس ہوتا کیونکہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہ رضؓ سے بہرحال افضل ہیں مگر ایسا اس لئے نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کی اولاد تو حضرت علیؓ کی اولاد ہے، اور حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے۔ اور اولاد علیؓ سے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری اظہر من الشمس ہے۔

زیر نظر رسالہ میں حضرت اقدس مولانا سید مشہود حسن صاحب حسنی

امروہوی محدث مدرسہ امینیہ دہلی نے اس مسئلہ پر نقلی دلائل کی روشنی میں تشفی بخش گفتگو کی ہے، میں نے یہ تحریر بتمامہ پڑھی ہے اور میں اس سے پوری طرح متفق ہوں، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرماویں کہ انہوں نے بر وقت توجہ فرمائی اور جدید محققین امروہہ کے استدلالات کی قلعی کھول دی، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرماویں اور امت کے لئے نافع بنائیں، وَصَلَّی اللّٰہ علی النَّبِیّ الکریم وَ علیٰ آلہٖ و ازواجہٖ وَ اصحابہٖ اجمعین۔

کتبہٗ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوریؒ

خادم حدیث شریف دار العُلوم دیوبند

۵ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ — مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

رسول اللہ ﷺ کے خاندانی فضائل

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ

ناظرین کرام دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں جس طرح مذہب اسلام اپنی صداقت و حقانیت اور اپنی خوبیوں میں یکتا اور منفرد ہے اسی طرح اسلام کے اندر جتنے بھی فرقے وجود میں آئے ان میں فرقۂ اہلِ سنت والجماعت اپنی حقانیت میں بے مثل ہے اسلام کی حقیقی روح اہلِ سُنّت والجماعت ہی کا فرقہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی ہے اور میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہوگی، ان میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جنتی فرقہ کونسا ہوگا اس کی علامت کیا ہے

تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ فرقہ وہی ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۰) اہلِ سنّت کا مطلب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والے اور والجماعت سے مراد جماعت صحابہؓ ہے یعنی صحابہ کے طریقہ پر چلنے والے۔

صحابۂ کرام کی فضیلت کی وجہ

صحابۂ کرام کی اتنی اہمیت ظاہر فرمانے کی وجہ بالکل واضح ہے کہ ان حضرات کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا نیز تمام حالات اور نزول وحی کا مشاہدہ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین اور قرآن سیکھا۔ براہِ راست آپ کے ارشادات سنے۔ آپ کے دیدار پرُ انوار کے شرف سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر پوری امت تک سرمایۂ رسالت کو نہایت دیانت داری اور سچائی کے ساتھ پہونچایا ظاہر ہے کہ یہ حضرات دین کے اہم باریک نکتوں اور حقائق کے راز دار اور ان سے پوری طرح واقف تھے اسی لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب بیان فرمائے اور ان کی اقتداء اور اتباع کی نہایت شدّت کے ساتھ تاکید فرمائی، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کو برا مت کہو اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کی برابر بھی (راہِ خدا میں) سونا

وَ لَا نَصِيْفَهُ. متفق علیه۔

خرچ کردے تو صحابی کے ایک مُد یا آدھے مُد کو بھی نہیں پہونچیگا۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۵۵۲)

پھر صحابہ کے اندر بھی خصوصیت کے ساتھ حضرات خلفاء راشدین کی اتباع کی تاکید فرمائی۔ (ابنِ ماجہ شریف صہ ۵)

خلفاء راشدین کی اتباع کا حکم

بَابُ اِتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ قَالَ سَمِعْتُ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَظْتَ مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ فَاعْهَدْ اِلَيْنَا بِعَهْدٍ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِيْ اِخْتِلَافًا شَدِيْدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ

خلفاء راشدین کی سنّت کی اتباع کا باب: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز کھڑے ہوکر ہمارے سامنے نہایت فصیح و بلیغ ایسی تقریر فرمائی کہ اس کو سُن کر دِل تھرا گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔ پھر آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تو ایسی تقریر فرمائی کہ جیسے آخری ہو اس لئے ہم کو کچھ وصیت بھی فرمادیں تو آپ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اپنے امام اور خلیفہ کی بات کو سنو اور اس کے حکم کی تعمیل کرو اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

نیز میرے بعد عنقریب شدید اختلافات دیکھوگے اس لئے سنو میری سنّت اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت کو اختیار کرنا اور اس کو دانتوں کی کیلیوں کی طرح سے مضبوط پکڑنا لازم ہے۔

بہر حال صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بموقع بے شمار فضائل بیان فرمائے۔

صحابۂ کرام کے درمیان فضائل کی ترتیب

اس کے بعد آپ نے ترتیب فضائل بھی قائم فرمائی کہ خلفاء اربعہ علیٰ ترتیب الخلافت افضل امّت ہیں پھر بقیہ عشرۂ مبشرہ پھر اصحاب بدر پھر سابقین اوّلین مہاجرین و انصار جن میں اہل عقبہ اصحاب حدیبیہ ہیں پھر فتح مکّہ سے پہلے ایمان لانے والے پھر فتح مکّہ کے بعد ایمان لانے والے، پھر صحابہ کے بعد تابعین تابعین کے بعد تبع تابعین ہیں۔ باقی عورتوں کے اندر بہ نسبت مردوں کے علمی و عملی صلاحیتیں کم ہونے کی وجہ سے بہت کم باکمال ہوئی ہیں۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند عورتوں یعنی حضرت فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہؓ حضرت مریمؑ، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہن جو درجۂ کمال کو پہونچی ہوئی ہیں انہیں کے فضائل بیان فرماتے ہیں۔ لیکن ان کے باہمی تفاضل کا جہاں تک تعلق ہے تو شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ باوجود فاطمی ہونے کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو افضل النساء قرار دیتے ہیں اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ باوجود فاروقی ہونے کے حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زہد و تقویٰ و تقرب الی اللہ کے اندر اور حضرت صدیقہ رضی اللہ
عنہا کو فیضانِ علمی میں ترجیح کے قائل ہیں لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری
شرح بخاری ص۲۰۴ جز ۱۴ میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی
افضلیت پر اجماع امت بتایا ہے وَقَدْ قِیْلَ انْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَفْضَلِیَّتِہٖ
فَاطِمَۃَ وَبَقِیَ الْخِلَافُ بَیْنَ خَدِیْجَۃَ وَعَائِشَۃَ یعنی کہا گیا ہے کہ حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افضل النساء ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن بظاہر
اس اجماع سے علماء امت کی اکثریت مراد ہے ورنہ اختلاف نہ ہوتا [illegible]
صاحب اور غوثِ پاک کے اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علماء راسخین
متقدمین کے سامنے نسلی تعصب قطعاً نہیں تھا ان کے سامنے صرف قرآن
حدیث اور اقوالِ صحابہ و [illegible] الحین تھے۔ تاہم اس اختلافی صورت کے اندر
تفاضل پر بحث و مباحثہ اور بے ضرورت اس کا بیان کرنا اس لئے مناسب
نہیں کہ خدانخواستہ کہیں کسی کی شان میں کوئی اہانت آمیز کلمہ نہ نکل جائے۔
پھر جن کی فضیلت بالکل قطعی ہے اس کے بیان میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے کہ
کسی دوسرے کی تنقیص نہ ہو۔ بہر حال یہ فضائل تو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ کے تحت دینی اعتبار سے تھے۔

خاندانی لحاظ سے فضیلت کی ترتیب

باقی رہے خاندانی فضائل تو شریعت نے ان کو بھی بالکل واضح کر دیا
ہے کہ نسبی لحاظ سے سب سے اشرف اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر بنو ہاشم
پھر خاندانِ قریش کی بقیہ شاخیں پھر یہ تینوں باہمی تفاضل کے باوجود مناکحت کے
اندر آپس میں ہم کفو ہیں۔ چونکہ اس وقت یہی خاندانی فضیلت زیرِ بحث

اور مختلف فیہ ہے اس لئے اس رسالہ میں ان شاء اللہ مفصل اور مدلل طریقہ پر
اس کو ثابت کیا جائے گا۔

مساوات کی بحث

جہاں تک مساوات کے دعویٰ کا تعلق ہے تو بے شک مساوات صرف
انسانیت کے اندر ہے اس کے بعد امتیازی اوصاف علم و فضل، زہد و تقویٰ
عبادات، اخلاقیات دیانت و امانت وغیرہ کے لحاظ سے انسانوں کے مابین
کھلا ہوا تفاوت ہے اسی تفاوت پر شرافت نسبی کے درجات کو بھی مرتب
کیا گیا ہے جس پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ باقی اندھی مساوات
جس نے حال ہی میں سوویت یونین کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ یہ اب بالکل فرسودہ ہو چکی
ہے اس کو دنیا ٹھکرا چکی ہے۔ اس کو اجاگر کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ بہر حال
خداوند قدوس نے عالم کی ہر چیز میں فرقِ مراتب رکھا ہے۔ کھیتوں کے
غلّوں میں باغوں کے پھلوں میں چمن کے پھولوں میں پھر ان پھولوں کے رنگوں
میں کتنا اختلاف ہے اسی اختلاف سے چمن کی رونق اور عالم کی زیبائش ہے۔ ؎

گلہائے رنگارنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

فرقِ مراتب کو نیچ اونچ کے حقیر الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا بھی خلاف تہذیب ہے۔
قرآن پاک میں جا بجا فرقِ مراتب کو ذکر کیا گیا ہے۔ وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ
عَلٰی بَعْضٍ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ
بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ ان سب
آیات میں فرقِ مراتب بیان کیا گیا ہے۔ عام انسانوں کے درمیان پیغمبروں کے

درمیان فرقِ مراتب ہے پھر فرمایا کہ جو فرقِ مراتب اللہ ربُّ العزۃ نے قائم کر دیا ہے اس کے برخلاف تم کسی کے ساتھ رشک ورقابت مت کرو۔ کیونکہ یہ رشک ورقابت تحاسد اور تباغض تک پہونچا دیتا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں ابوابُ المناقب اور ابواب الآداب کی بنیاد یہی فرقِ مراتب پر قائم ہے۔ اس لئے شرعی طور پر مساوات یہ ہے کہ جس شخص کا جتنا مرتبہ ہے اسی کے بقدر اس کا احترام کرو جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی انسانوں کے ساتھ ان کے مرتبہ کے لحاظ سے سُلوک کرو۔ لیکن افسوس لوگوں کی کج فہمی اور جہالت نیز تحاسُد و تباغض کی وجہ سے ترتیب فضائل کے اندر امّت میں افتراق و انتشار ہوگیا۔ فرقۂ شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل الصحابہ اور خلافت بلا فصل کا مستحق سمجھتا ہے پھر اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر حضرات خُلفاء ثلاثہ کی تکفیر و تفسیق کرتا ہے ان کے برعکس فرقۂ خوارج حضرات خلفاء ثلاثہ کو مانتا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہلِ بیت کا دُشمن ہے اب کوئی شخص شیعوں کی ضد میں آکر اولادِ رسول اور اہلِ بیت رسول کی اہانت کرے یا خوارج کی ضد میں حضرات خلفاء ثلاثہ کی اہانت کا مرتکب ہو تو یہ دونوں قسم کی شخصیتیں اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہو جائیں گی۔

مسلکِ اہلسُنّت والجماعت ہی صراطِ مستقیم ہے

لیکن مسلک اہلِ سُنّت والجماعت اس آیت (وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا یعنی کسی کا کینہ تم کو راہِ اعتدال سے نہ ہٹا دے) سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے تمام صحابہ اور جمیع اہلبیت کا احترام کرتے

اور ان کی محبّت کو اپنے لئے وسیلۂ نجات اور سرمایۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ کسی کی ضد میں آکر اپنے مسلکِ اعتدال سے ہٹنا ان کو گوارا نہیں۔

در کف جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

یہی اعتدال و توازن صراطِ مستقیم کہلاتا ہے۔ صراطِ مستقیم کے لیئے دِل کا نفسانیت سے پاک ہونا خلوص و للّٰہیت سے معمور ہونا ضروری ہے جو اوامر و نواہی کی پابندی، عبادات و ریاضات، علماء و صلحاء کی صحبت کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا اور حاصل ہونے کے بعد مرتے دم تک اس پر قائم رہنا بھی بڑا مجاہدہ ہے۔ اسی لئے ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعاء کا حکم ہے اللہ ربُّ العزۃ صراطِ مستقیم ہی پر ہم کو موت دے کر حسنِ خاتمہ کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اصل مقصد کی طرف رجوع

امروہہ جو احقر کا وطنِ عزیز ہے اس میں حضرات شیعہ بکثرت ہیں بالخصوص محرم میں تو امروہہ کے شیعہ تمام اطراف و جوانب سے آکر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور دس روز تک ماتموں اور مجلسوں کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ جن سے متأثر ہو کر کچھ عرصہ قبل سُنّیوں کا ایک مختصر سا طبقہ تفضیلی بھی ہو چکا تھا۔ یہ لوگ یا تو حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فوقیت دیتے تھے یا خلفاء اربعہ کی باہمی مساوات کے قائل تھے یہ محض ان کے بیرونی تاثرات تھے جو اپنے مذہب سے ناواقفیت اور علماء اہلِ حق سے دور رہنے اور معلومات نہ کرنے کا نتیجہ تھے۔ اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ اگر خود معلومات

نہ ہوں تو علماء اہلِ حق سے معلوم کرلے قرآن پاک میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تم نہیں جانتے تو علماء سے معلوم کرلو۔

اس لئے ہر شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ دین اور مذہب اور عقائد کہ جن پر نجات آخرت کا دارو مدار ہے ان کے بارے میں شرم و عار کی وجہ سے سوال نہ کرنا بدبختی اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ اُمور دینیہ میں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ قرآن و سُنّت اور اُسوۂ صحابہ کی روشنی میں پوری تحقیق کئے بغیر کوئی نظریہ ہرگز قائم نہ کرے اپنے ذاتی مفادات یا ذاتی جذبات یا شیعوں سے متاثر ہوکر یا شیعوں کی ضد میں آکر دائرہ اہلِ سُنّت اور حدِّ اعتدال سے تجاوز کرکے اپنی آخرت کو مخدوش نہ بنائے۔

اب جس طرح فضیلت دینی میں اختلاف موجب فتنہ ثابت ہوا۔ اسی طرح خاندانی فضائل جو دلائل شرعیہ سے ثابت ہیں ان کے اندر بھی اختلاف مہلک ترین نتائج کا حامل ہوگا مثلاً امروہہ میں ایک صدیقی صاحب اور ایک فاروقی صاحب نے شیعہ مخالف پہلو اختیار کرکے یہ بدعت ایجاد کی کہ خاندانی فضیلت کا معیار خلفاء اربعہ کی ترتیب خلافت کے بموجب ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنوہاشم جو حضور علیہ السلام کا خاندان ہے اس کا خلفاء ثلاثہ کے خاندانوں سے کمتر ہونا لازم آگیا۔ حدیثِ پاک میں ہے جو لوگ ایک بدعت ایجاد کریں گے قیامت تک کے لئے ان کے اندر سے اس بدعت کے بدلے میں ایک سُنّت اٹھالی جائے گی۔ اب غور کیجئے کہ اس بدعت کے نتیجہ میں خداوند قدوس نے اُن کے دلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی عظمت اور شرافت نسبی کی اہمیت کو اٹھا لیا۔ اور ان لوگوں نے آپکے خاندان کو سب سے کم مرتبہ

دیا۔ جو کسی بھی مسلمان کے لئے قابلِ برداشت نہیں۔

آدابِ رسالت

خداوند قدوس نے قرآن پاک میں جا بجا آداب رسالت پر بندوں کو متنبہ کیا حتیٰ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے پر حبطِ اعمال (یعنی تمام اعمال کے برباد کر دینے) کی وعید ذکر فرمائی۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آداب و مناقب اسی لئے بیان فرمائے کہ کوئی شخص بے ادبی کی وجہ سے جہنم کا ایندھن نہ بنے، آپ موقع بموقع لوگوں کو اس طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) کی برائی میں کچھ اشعار لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں سے میرا نسبی رشتہ ملتا ہے اس لئے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جو علم الانساب کے ماہر ہیں ان سے میرے نسبی رشتوں کے معاملہ میں تحقیق کئے بغیر کچھ مت لکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ میری بھی نسبی اہانت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نسبی معاملات کے اندر کتنے محتاط اور کس قدر حساس تھے۔ اسی وجہ سے ایک مرتبہ نہایت اہتمام کے ساتھ صحابۂ کرام کے مجمع میں آپ نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب

مُحَمَّدُ[1] بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ[2] بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ[3] بْنِ هَاشِمِ[4] بْنِ عَبْدِ مَنَافِ[5] بْنِ قُصَيِّ[6] بْنِ كِلَابِ[7] بْنِ مُرَّةَ[8] بْنِ كَعْبِ[9] بْنِ لُؤَيِّ[10] بْنِ غَالِبِ[11]

بنِ فِہْرِ[۱۲] بنِ مالِکِ[۱۳] بنِ النَّضْرِ[۱۴] بنِ کِنَانَۃَ[۱۵] بنِ خُزَیْمَۃَ[۱۶] بنِ مُدْرِکَۃَ[۱۷] بنِ اِلْیَاسَ[۱۸] بنِ مُضَرِ[۱۹] بنِ نِزَارِ[۲۰] بنِ مَعَدِّ[۲۱] بنِ عَدْنَانِ[۲۲] (بخاری شریف ص ۵۴۳)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب عدنان تک سب کے نزدیک مسلّم ہے اسی طرح عدنان کا حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہونا بھی علیٰ وجہِ الشّہرۃ والتواتر مسلّم ہے باقی عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے مابین پشتوں کی تعداد اور اسماء میں نسابین کے درمیان اختلاف ہے اسی وجہ سے عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا نسب شریف بیان فرماتے تھے تو عدنان پر پہونچ کر رُک جاتے اور یہ فرماتے کَذَبَ النَّسَّابُوْنَ یعنی عدنان سے آگے نسب بیان کرنے والوں نے غلط کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حسب ونسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل اور بہتر ہوں میرے آباء واجداد میں حضرت آدم سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں ہوا سب نکاح ہی ہوئے ہیں اس حدیث کو ابن مردویہ نے روایت کیا (سیرۃ مصطفٰیؐ) اس سے بھی زیادہ وضاحت مسلم شریف اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی فضیلت

بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یہ باب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ہَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ۔ (مسلم شریف ص ۲۴۵ ج ۲)

فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ عزّوجل نے کنانہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں فضیلت دی اور کنانہ کی اولاد میں قریش کو سب سے زیادہ فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے خداوند قدوس نے مجھ کو فضیلت دی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

یہ مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی صراحت اور صفائی سے بیان فرمادیا کہ بنو ہاشم خاندانِ قریش کی تمام بقیہ شاخوں میں سب سے افضل ہیں اور بنو ہاشم میں سب سے زیادہ فضیلت آنحضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اب اِس صحیح اور صریح حدیث کے سامنے کسی کو کیا گنجائش ہے کہ وہ قریش کی بقیہ شاخوں کو بنو ہاشم پر فضیلت دے۔ یہ فضائل آپ نے اسی لئے بیان فرمائے ہیں کہ کوئی شخص اس کے خلاف کسی قسم کی جُرأت کر کے خاندانِ رسالت سے تفوق اور برتری کی کوشش نہ کرے۔

بنو ہاشم کی فضیلت پر دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَہْمَ

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے اپنے اہلِ قرابت

ذَوِی الْقُرْبٰی بَیْنَ بَنِیْ هَاشِمٍ وَّبَنِی الْمُطَّلِبِ اَتَیْتُهٗ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ اِخْوَانُنَا مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِیْ وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اَرَأَیْتَ اِخْوَانَنَا مِنْ بَنِی الْمُطَّلِبِ اَعْطَیْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا قَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ وَاحِدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَیْءٌ وَّاحِدٌ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵۱ ج ۲)

بنو ہاشم اور بنو مطلب کے درمیان تقسیم فرمایا تو حضرت عثمان اور میں دونوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک ہمارے بنو ہاشم بھائیوں کی فضیلت کا تعلق ہے تو چونکہ آپ بنو ہاشم میں سے ہیں۔ اس لئے ہم ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے مگر بنو مطلب کو جو آپ نے دیا اور ہم کو نہ دیا جبکہ ہماری اور ان کی آپ سے قرابت یکساں ہے (یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا) تو آپ نے فرمایا بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں اور ہاتھوں کی انگلیوں کی تشبیک کر کے اشارہ فرمایا کہ اس طرح یہ دونوں ایک ہیں۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے عبد مناف کے چار بیٹے عبد شمس، نوفل، مطلب، ہاشم تھے۔ نوفل کی اولاد میں جبیر بن مطعم اور عبد شمس کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم میں سے تھے تو جبیر بن مطعم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چونکہ آپ بنو ہاشم میں سے ہیں تو بلا شبہ بنو ہاشم کی افضلیت کو ہم مانتے ہیں، مگر بنو مطلب، بنو عبد شمس

اور بنو نوفل کی آپ سے ایک ہی درجہ کی قرابت ہے تو اگر بنو ہاشم کو آپ خمس دے رہے ہیں تو آپ کی وجہ سے ان کو جو فضیلت حاصل ہے اس کی بنا پر ہم کو کوئی اعتراض نہیں لیکن بنو مطلب کو کیوں دیا گیا یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے اس کا جواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ بنو مطلب نے ہمیشہ ہر معاملہ میں بنو ہاشم کا ساتھ دیا وفاداری کے خلاف یا اجنبیت کا برتاؤ کبھی نہیں کیا اس لئے بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں۔ اس حدیث کے اندر واضح طور پر موجود ہے کہ جبیر بن مطعم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے اوپر بنو ہاشم کی فضیلت اور تفوق کو تسلیم کر لیا۔ ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے۔

بنو ہاشم کی فضیلت پر تیسری حدیث

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ دَعَا عُثْمَانُ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِمْ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكُمْ وَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ تَصْدُقُوْنِیْ نَشَدْتُكُمُ اللّٰهَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُؤْثِرُ قُرَیْشًا عَلٰی سَائِرِ النَّاسِ وَیُؤْثِرُ بَنِیْ هَاشِمٍ

امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں سالم بن ابی الجعد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو بلا کر فرمایا جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر قریش کو ترجیح دیتے تھے اور تمام قبائل قریش پر بنو ہاشم کو ترجیح دیتے تھے اس کو سن کر سب

عَلٰی سَائِرِ قُرَیْشٍ قَالَ فَسَکَتَ الْقَوْمُ (ازالۃ الخفاء جلد ثانی ص۲۳۶)

خاموش ہوگئے (یعنی حضرت عثمان کی بات کو مان لیا۔)

اس حدیث میں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو ہاشم کی فضیلت کو سب حاضرین سے تسلیم کرایا۔

بنو ہاشم کی فضیلت پر چوتھی حدیث

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین کو چھان ڈالا مگر بنو ہاشم سے افضل اور بہتر کسی کو نہ پایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام احمد نے روایت کیا (سیرۃ مصطفےٰ ص۴۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

بنو ہاشم کی فضیلت پر پانچویں حدیث

عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ مِنْ اَوْسَاخِ النَّاسِ وَاِنَّھَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ (مسلم شریف ص۳۴۵ ج۱)

مطلب بن ربیعہ ارشاد فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ صدقات (زکوٰۃ) لوگوں کا میل کچیل ہیں یہ صدقات محمد اور آلِ محمد کے لئے حلال اور جائز نہیں۔

اس حدیث سے بنو ہاشم کی کتنی عظمت اور فضیلت ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ نے زکوٰۃ کو لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل فرما کر اپنی آل کے لئے

ناجائز قرار دیا۔ آلِ محمد سے اس حدیث میں، آلِ عباس، آلِ علی، آلِ جعفر، آلِ عقیل اور بنو فاطمہ مراد ہیں۔ حرمتِ زکوٰۃ خاندانی شرافت کے لحاظ سے بنو ہاشم کی امتیازی خصوصیت پر بیّن اور واضح دلیل ہے۔

آنحضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت اور تاکید کے ساتھ مکرر سہ کرر اپنے خاندانی فضائل اور شرافت نسبی کو اس لئے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خداوند قدوس کی طرف سے اعلاء کلمۃ اللہ اور تبلیغ دین کے ذمہ دار بنا کر بھیجے جاتے ہیں اس لئے خداوند قدوس ان کو ان کے زمانہ میں ہر طرح سے کامل و مکمل اور ہر خوبی سے آراستہ کرکے بھیجتا ہے۔ علم، قوۃ، شجاعت، سخاوت، حسن صورت، شرافت نسبی وغیرہ تمام ہی اوصافِ حمیدہ ان میں ودیعت رکھے جاتے ہیں تاکہ مکمل طور پر اتمام حجت ہو جائے اور آخرت میں کسی کو اس عذر کی گنجائش نہ رہے کہ آپ کے نبی میں یہ عیب تھا جس کی وجہ سے ہم نہ اس کے قریب آسکے اور نہ اُس پر ایمان لاسکے۔ چونکہ عام طور پر حسب و نسب پر اعتراض طعن و تشنیع لوگوں کی فطرت میں داخل ہے اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبی شرافت اور اپنے خاندان بنو ہاشم کی فضیلت کو خوب واضح فرما دیا جیسا کہ احادیث مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ناظرین کرام ان لوگوں کی اس تحریر پر غور فرمائیں ایک جگہ یہ حضرات لکھتے ہیں، اسی طرح حضرات حسنین کی اولاد سے (جو صحیح العقیدہ ہے) محبت کرسکتے ہیں مگر خلفاء ثلاثہ کی اولاد پر فضیلت نہیں دے سکتے، جواباً عرض ہے کہ اولاد حسنین بنو ہاشم میں ہونے کی وجہ سے خلفاء ثلاثہ کی اولاد سے یقیناً افضل ہیں ورنہ تو احادیث مذکورہ کا انکار اور خاندانِ رسالت کا کمتر ہونا لازم آئے گا جس کو کسی مومن کا دل گوارا نہیں کرسکتا۔

قریش سب آپس میں ایک دوسرے کے ہم کفو ہیں

اب باوجود اس فضیلت کے چونکہ بنو ہاشم خاندانِ قریش ہی کی ایک شاخ ہے اس لئے باہمی مناکحت کے اندر سب ایک دوسرے کے ہم کفو بھی ہیں۔ ردّ المحتار ج۲ ص۳۴۶ میں ہے۔

فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءُ لِبَعْضٍ۔ (درمختار)

یعنی درمختار میں ہے کہ قریش بعض بعض کے ہم کفو ہیں۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ التَّفَاوُتُ فِيْ قُرَيْشٍ حَتّٰى اَنَّ اَفْضَلَهُمْ بَنِيْ هَاشِمٍ اَكْفَاءُ لِغَيْرِهِمْ مِنْهُمْ۔ (رد المحتار ج۲ ص۳۴۶)

ردّ المحتار میں ہے۔ کہ قریش کے مابین مناکحت کے اندر کوئی فرق اور تفاوت نہیں۔ حتیٰ کہ بنو ہاشم جو [illegible] سب سے افضل ہیں وہ [illegible] قریش کی دیگر شاخوں کے ہم کفو ہیں۔

اسی طرح اہلبیت خلافت کے اندر خلیفہ کا ہاشمی ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف قریشی ہونا شرط ہے۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بنو فاطمہ اور بنو ہاشم کی فضیلت سے بخوبی واقف تھے اس لئے قرابتِ رسول کا بے انتہا احترام کرتے تھے۔ خصوصاً حضراتِ شیخین رضوان اللہ تعالیٰ عنہما کی عنایات اور توجہات برابر قرابت رسول کی طرف رہتی تھیں۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عبد اللہ بن عباس کو باوجود صغیر السن ہونے کے اپنا مشیر اور مصاحب بنانا۔ حضرات حسنین کے وظیفہ کو اپنے لڑکے عبد اللہ بن عمر کے وظیفہ سے زیادہ رکھنا باوجود عمر کے تفاوت کے حضرت امّ کلثوم بنت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے یہ کہہ کر عقد کرنا کہ

اے علی خاندانِ رسالت سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے میں یہ درخواست کررہا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بلا تأمل اس کو منظور کرکے عقد کردینا یہ سب خاندانِ رسالت ہی کی محبت اور احترام کی بناء پر تھا۔ اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے میراث کا مطالبہ کیا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو مختصر سی تقریر فرمائی تھی اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اہلِ بیت رسول کی کتنی محبت اور کتنا احترام تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ص۵۲۶ پر ہے۔

میراثِ رسول کی بحث

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں اپنا آدمی بھیج کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ ربّ العزۃ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فئی کی صورت میں دی تھی یعنی آپ کا مطالبہ مدینہ کی اس جائیداد سے متعلق تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مصارفِ خیر میں خرچ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ
مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ
اِنَّمَا يَاْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ
مِنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ
اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّزِيْدُوْا
عَلَى الْمَاْكَلِ وَاِنِّيْ
لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ
فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ
عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ
عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ
وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ
وَتَكَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ
وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ
لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کیا کرتے تھے اور فدک کی جائداد اور خیبر کے خمس کا بھی مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہماری میراث نہیں ہوتی ہم (انبیاء) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور یہ کہ آلِ محمد کے اخراجات اسی مال میں سے پورے کئے جائیں گے۔ اگرچہ انہیں یہ حق نہیں ہوگا کہ پیداوار کے مقررہ حصّہ سے زیادہ لیں اور میں خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارفِ خیر میں جو خود آپ کے عہدِ مبارک میں نظم تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا بلکہ وہی نظام رکھوں گا جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر فرمایا اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ سے خوب واقف ہیں اس کے بعد آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت اور اپنے حق کا ذکر کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اپنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ
اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ
قَالَ ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ
بَيْتِهٖ۔

قرابت کیساتھ صلہ رحمی کرنے سے بھی زیادہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت عزیز ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہلبیت کیساتھ محبت رکھنے میں سمجھو

فدک وغیرہ سے متعلق اعتراض کا جواب

مسئلہ وراثت کے بارے میں بعض روایات میں جو آتا ہے کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں۔ تو اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ طبقات میں ایک صحیح روایت میں آتا ہے نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور پوری صورت حال سمجھا کر جناب سیدہ کو راضی کر لیا تھا، دوسرے یہ کہ مسلم اور بخاری کی صحیح حدیث میں ہے۔ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى النَّصْرِيِّيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَاِنِّيْ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَمْ تُخْلِفْنِيْهِ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهٗ اَوْ سَبَبْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ كَفَّارَةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم شریف ص ٣٢٤ ج ٢)

حاصل اس کا یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربُّ العزۃ میں یہ درخواست کی کہ اگر میں کسی شخص پر بددعا کروں یا اس کو میری طرف سے کوئی تکلیف پہونچے یا اس کو میں کچھ برا کہوں یا اس کے کوڑے لگاؤں مگر فی الحقیقت وہ بےقصور ہے تو اے پروردگارِ عالم آپ میری بددعاء کو اور میری طرف سے جو اس کو تکلیف پہونچی ہے قیامت کے روز آپ اس کو رحمت میں تبدیل کر کے اس کے گناہوں کے لئے کفارہ اور اپنی بارگاہ میں تقرب کا ذریعہ بنا دیجئے گا۔ اب دیکھئے جب اللہ کے رسول کا یہ فرمان اپنی ذاتِ اقدس کے لئے ہے تو اگر نادانستگی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تو چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بےقصور تھے اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ ناراضگی انشاء اللہ آخرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترقی درجات اور مزید تقرب الی اللہ کا سبب ہوگی۔ بےقصور اس لئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السّلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی خود اپنے کانوں سے سُنی اور حضرت علی اور عباس نے بھی اس کی شہادت دی تھی اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس حدیث پر عمل کرنا فرض تھا۔ پھر یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بھی سب سے بڑا شاہد ہے کہ انہوں نے تمام صحابہ کے روبرو اس جائداد کا استعمال بالکل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق کیا۔ اس کی آمدنی کا ایک حبہ بھی اپنی یا اپنی اولاد کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا علاوہ ازیں قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد غصہ دلانا نہیں تھا نہ جگر پارۂ رسول کو ایذاء دینا تھا۔

اور حدیث میں یہ ہے کہ جو فاطمہ کو غصہ دلائے اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حکم کے تحت نہیں آتے۔ باقی ہم ہر جگہ یہ گذارش کرتے چلے آئے ہیں کہ بزرگوں کے معاملات میں مداخلت کرنا یا ان کے درمیان حق و ناحق کے فیصلہ کے اندر قاضی اور جج بننا یا دونوں میں سے کسی کی بدگوئی کرنا خلافِ ادب ہے۔ بہرحال سب ہی صحابہ حضرات اہلِ بیت کا نہایت احترام کرتے تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ یہاں تک تو بنی ہاشم کی فضیلت کا بیان تھا یہ یاد رہے کہ اس فضیلت سے صرف شرافت نسبی مراد ہے دینی فضیلت مراد نہیں دینی فضیلت کے لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہی مقام اونچا ہے لیکن ان حضرات نے چونکہ دونوں فضیلتوں کو مخلوط کر دیا ہے اس لئے انہوں نے اپنے قیاس سے یہ لکھ ڈالا کہ اولاد حسنین کو خلفاء ثلاثہ کی اولاد سے افضل کہنے میں حضرات حسنین کی خلفاء ثلاثہ پر فضیلت لازم آتی ہے مگر ان لوگوں کا یہ قیاس بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے جواب میں اگر کسی نے یہ کہدیا کہ ابو قحافہ کی اولاد (حضرت ابوبکر) کو رسول اللہ کی اولاد (حضرت فاطمہ) پر فضیلت دینے سے ابو قحافہ کی حضور علیہ السلام پر فضیلت لازم آئے گی تو یہ لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے یہ اشکال اسی لئے پیش آیا ہے کہ انہوں نے دونوں فضیلتوں کو لازم و ملزوم سمجھ رکھا ہے حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے تحت دینی اور اخروی ہے جیسا کہ احقر تمہید میں بھی عرض کر چکا ہے اگر احقر کی اس بات کا یقین نہ ہو تو دیکھئے نبراس صـ۲۹۹ـ میں جو علم العقائد کی کتاب ہے۔ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔

وَاَفْضَلُ الْبَشَرِ ذَكَرَ الْمُحَقِّقُوْنَ — یعنی محققین نے ذکر کیا ہے کہ علم کلام کے
اَنَّ تَفْضِيْلَةَ الْمَبْحُوْثِ عَنْهَا فِي — اندر حضرت ابوبکر کی زیر بحث فضیلت

الْكَلَامِ هِيَ كَثْرَةُ الثَّوَابِ اَيْ عِظَمُ الْجَزَاءِ عَلَىٰ اَعْمَالِ الْخَيْرِ لَا شَرَفُ النَّسَبِ وَاِلَّا لَزِمَ اَنْ تَكُوْنَ وَلَدُ النَّبِيِّ اَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ الَّذِيْ لَيْسَ اَبُوْهُ نَبِيًّا.

سے اعمالِ خیر پر کثرتِ ثواب اور جزا کی زیادتی مراد ہے خاندانی فضیلت مراد نہیں ہے ورنہ تو نبی کے بیٹے کا اس نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا جس کا باپ نبی نہیں ہے۔

دیکھئے علم العقائد کی کتابوں میں اس فضیلت کے تعین کو کس طرح مدلل طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اس سے خاندانی فضیلت مراد نہیں ہے، باقی حضرات خلفاء اربعہ کی یہ فضیلت ترتیب خلافت کے مطابق ہوگی اور اسی ترتیب کے ساتھ ان کی محبت بھی ہونی چاہئے تاہم اگر غیر اختیاری طور پر اس ترتیب کے خلاف کسی سے زیادہ محبت ہو تو حضرات علماء فرماتے ہیں کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے بالکل زبان پر نہ لائے۔ غور فرمائیے اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب کس قدر اعتدال و توازن اور تمام آداب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کاش یہ لوگ ہماری ان معروضات کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور جہاں کوئی اشکال ہو حضرات علماء امروہہ میں سے جو بھی ان کے نزدیک قابلِ اعتماد ہوں ان سے مزید تحقیق و تصدیق کرلیں قبل اس کے کہ بنو فاطمہ کی افضلیت پر بحث کی جائے تو بہتر ہے کہ **آیت تطہیر سے متعلق احادیث** جن کو من گھڑت اور موضوع ثابت کرنے کی ان لوگوں نے پیشگی اطلاع دی ہے۔ ان کی تفصیل و تحقیق اور محدثین کے نزدیک جو درجہ صحت میں ان کا مقام ہے اس کو ذکر کر دیا جائے۔

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک منقش سیاہ چادر تھی اور آپ

مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

(مسلم شریف ص ۲۸۳ ج ۲)

دن چڑھے باہر نکلے اتنے میں حضرت حسن آئے تو آپ نے ان کو چادر میں لے لیا پھر حضرت حسین آئے وہ بھی اس میں داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے ان کو بھی داخل کر لیا پھر حضرت علی آئے ان کو بھی داخل کر لیا اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ تم سے پلیدی دور کر کے تم کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے تو ازالۃ الخفاء میں اس کو حدیث متواتر لکھا ہے یہ من گھڑت اور موضوع کیسے ہو گئی۔ ترمذی شریف ص ۲۲۷ ج ۲ میں حدیث ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَحَامَّتِيْ اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت علی، حضرت فاطمہ کو چادر اُڑھا کر فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت اور میرے حمایتی ہیں، ان سے پلیدی کو دور فرما کر ان کو خوب پاک و صاف کر دے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر درخواست کی کہ

قَالَ اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ۔

میں بھی ان لوگوں کے ساتھ آملوں تو آپ نے ارشاد فرمایا تم بھی اچھے مقام پر ہو۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اس حدیث سے ان چاروں حضرات کا خصوصی طور پر شرف ثابت ہوتا ہے
تیسری حدیث مسلم شریف ص ۵۶۸ ج ۲ میں ہے۔

آیتِ مباہلہ اور نجران کے عیسائیوں کا قصہ

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸ ج ۲)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو کو بلایا اور یہ فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، اس کے بعد عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے ان چاروں کو لے کر گئے مگر وہ مقابلہ پر نہ آئے۔

اس آیت سے متعلق واقعہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے نجران کے عیسائیوں کو دعوتِ اسلام پر مشتمل ایک فرمان بھیجا تھا اس پر عیسائیوں نے باہم مشورہ کرکے، شرحبیل، عبداللہ بن شرحبیل، اور جبار بن فیض کو آپ کے پاس مناظرہ کے لئے بھیجا ان لوگوں نے مذہبی مسائل خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کرنے کے سلسلہ میں بحث و تکرار کی۔ اتنے میں یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی اور آپ نے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی

حضرت فاطمہ حضرات حسنین، حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں تشریف لے آئے۔ شرحبیل نے یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں اور نبی سے مباہلہ کرنے میں سراسر تباہی و بربادی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان سے صلح کر لو چنانچہ یہ تمام عیسائی صلح پر متفق ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جزیہ مقرر کرکے صلح کر لی جس کو ان عیسائیوں نے منظور کر لیا۔

صاحبِ تفسیرِ مظہری، قاضی ثناء اللہ صاحب عثمانی پانی پتی علیہ الرحمہ نے اس آیت سے متعلق شیعوں کے اعتراضات کے جوابات دے کر آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

لٰكِنَّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ تَدُلُّ عَلٰى كَوْنِ هٰؤُلَاءِ الْكِرَامِ اَحَبَّ النَّاسِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر مظہری ص ۶۳ ج ۲)

یعنی اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے۔

اہلِ بیتِ رسول کی فضیلت

بہرحال اس آیت سے اہلِ بیت رسول کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور شانِ نزول کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا اطلاق ان چار حضرات پر ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے یہ مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے کسی کی من گھڑت نہیں ہے۔

قَالَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز

وَسَلَّمَ يَوْمًا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى
خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ
وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ
اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا
اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَاْتِیَ
رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا
تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا
كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ
فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا
بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ
فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ
اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ
فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ
فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ فَقَالَ لَهٗ حُصَيْنٌ
وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ يَا زَيْدُ
اَلَيْسَ نِسَاءُهٗ مِنْ اَهْلِ
بَيْتِهٖ قَالَ نِسَاءُهٗ مِنْ اَهْلِ
بَيْتِهٖ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ
مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ
قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ هُمْ

مقامِ خم میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ہمارے سامنے تقریر فرمائی حمد و ثنا کے بعد کچھ وعظ و پند کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو میں ایک بشر ہوں کبھی بھی ملک الموت پیغامِ موت لے کر آسکتا ہے اور میں اس پیغامِ اجل کو قبول کرلوں گا (اس لئے تم کو وصیت کرتا ہوں کہ) میں تمہارے اندر دو بھاری بھرکم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا تم کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو اور پھر کتاب اللہ کی طرف بہت ترغیب دی پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں میں تم کو اہلِ بیت کے معاملہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں یعنی اللہ سے ڈراتا ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا مطلب یہ تھا کہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ بدسلوکی مت کرنا تو حصین نے عرض کیا کہ اے زید اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں کیا ازواجِ مطہرات اہلِ بیت نہیں ہیں تو زید بن ارقم نے

آلُ عَلِیٍّ وَآلُ عَقِيْلٍ
وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ
قَالَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ
بَعْدَهٗ قَالَ نَعَمْ۔

(مسلم شریف ج۲ ص۲۷۹)

جواب دیا کہ ازواج بھی (لغۃً) اہلِ بیت ہیں مگر (فی الحقیقت شرعاً) اہلِ بیت وہی لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے تو حصین نے معلوم کیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو زید بن ارقم نے جواب دیا کہ وہ آلِ علی آلِ عقیل آلِ جعفر آلِ عباس ہیں تو حصین نے کہا کہ ان سب پر زکوٰۃ حرام ہے تو زید بن ارقم نے فرمایا کہ ہاں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو اہم نصیحتیں

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اہم نصیحتیں اور وصیتیں ارشاد فرمائیں ایک یہ کہ کتاب اللہ یعنی قرآن پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا رہو دوسرے اپنے اہلِ بیت سے محبت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی وصیت و تلقین۔ اتنی تاکید سے اسی لئے فرمائی کہ خوارج جو اہلِ بیتِ رسول کے دشمن اور اسی طرح اہلِ بیت رسول سے حسد کرنے والے لوگ بھی وجود میں آئیں گے، اور وہ اہلِ بیت کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں گے۔ ان کی روک تھام کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاکید فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالخصوص خلفاء ثلاثہ اہلِ بیت رسول کا نہایت احترام کرتے تھے خلفاء ثلاثہ کی طرف اہلِ بیت رسول پر ظلم و ستم کی نسبت ہمارے نزدیک بالکل غلط اور مہمل ہے البتہ ان ہر دو مؤلف حضرات نے اہلِ بیت اور ائمہ اہلِ بیت کی اہانت کا جو

کردار ادا کیا ہے۔ یہ یقیناً باعثِ افسوس ہے اور اہلِ تشیع جو اوّل ہی دن سے اپنے بچوں کے ذہن میں یہ بات جاگزین کر دیتے ہیں کہ اہلسنّت دشمنِ اہلِ بیت ہیں ان کو ان لوگوں نے مزید اعتراض کا موقع فراہم کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ اہلِ بیت کے متعلق یہ پہلو خاص طور پر لائق توجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیت کے فضائل باہمی لازم و ملزوم ہیں ایک کی فضیلت کا اقرار و انکار دوسرے کی فضیلت کے اقرار و انکار کو مستلزم ہے اس لئے ان لوگوں نے اس خطرے کے تحت کہ کہیں ہم کو بنو ہاشم کی فضیلت ماننی نہ پڑ جائے حضور علیہ السّلام کی بھی خاندانی فضیلت کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اگر نعوذُ باللہ انہوں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منقطع النسل فرض کر لیا تھا تب بھی آپ کا خاندان بنو ہاشم جس کی فضیلت احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکی ہے وہ تو موجود ہے اس کی فضیلت کا انکار اور اپنی خود ساختہ ترتیب فضیلت میں اس کو چوتھے نمبر پر رکھنا کیا اس میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی کمتری لازم نہیں آتی صرف اپنے مطلب ہی کے لئے دعویٰ مساوات ہے ہماری ان معروضات کو ذاتی اختلاف پر ہرگز محمول نہ کیا جائے یہ خاندانِ رسول کا معاملہ ہے اسی وجہ سے عنادِ اہلِ بیت عنادِ رسول کو مستلزم ہے فرقۂ خوارج جو اہلِ بیت کا دشمن ہے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرّ الخلق والخلیقۃ بدترین مخلوق اور کلاب اہل النار جہنّم کے کتے فرمایا ہے کیونکہ یہ فی الحقیقت معاندینِ رسول اور منکرینِ رسول ہیں۔ اب اسی حدیث مذکور کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند کے ساتھ ذکر فرما رہے ہیں جس میں یہ مزید اضافہ ہے۔

فَقُلْنَا مَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ نِسَاءُهٗ قَالَ لَا اَيْمُ اللّٰهِ — پھر ہم نے کہا کہ اے زید بن ارقم اہلِ بیت میں سے کیا آپ کی ازواج بھی ہیں۔ انہوں

اِنَّ الْمَرْاَةَ تَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ الْعَصْرَ مِنَ الدَّهْرِ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا فَتَرْجِعُ اِلٰى اَبِيْهَا وَ قَوْمِهَا، اَهْلُ بَيْتِهٖ اَصْلُهٗ وَعَصَبَتُهٗ الَّذِيْنَ حُرِمُوا الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ۔

(مسلم شریف صفحہ ۲۸۰ ج ۲)

نے جواب دیا نہیں اس لئے کہ عورت مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے مگر جب یہ اس کو طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کے پاس چلی جاتی ہے (یعنی بالکل غیر ہو جاتی ہے) لیکن اہلِ بیت سے مراد جدّی اور دادھیال کے رشتہ دار ہیں جن پر زکوٰۃ کو حرام کر دیا گیا ہے۔

ازواجِ مطہرات اہلبیت سکونت ہیں

باقی جہاں تک ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر اہلِ بیت کے اطلاق کا تعلق ہے یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کیونکہ اوّلاً تو اہلِ بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہّرات بھی شامل ہیں ثانیاً قرآن کریم میں اہلِ بیت کا اطلاق بیوی پر کیا گیا ہے کَمَا فِیْ سورۃ ہود رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ثالثاً حضرت عکرمہ کی روایت کے مطابق آیت تطہیر کا شانِ نزول ازواجِ مطہرات ہی ہیں جس پر کلام کا سیاق و سباق بھی دلالت کر رہا ہے، اس لئے اہلِ تشیع کا ازواجِ مطہّرات کو آیت تطہیر کے مصداق سے خارج کر دینا اور آیت تطہیر کو بطریق تحریف سورۃ دہر کی آیت قرار دینا بالکل غلط ہے۔ رہا یہ اشکال کہ حضرت امِ سلمہ کی ایک روایت سے آیتِ تطہیر کا شانِ نزول حضرات حسنین اور ان کے والدین معلوم ہوتے ہیں تو اس اشکال اور اعتراض کی اہمیت اس لئے نہیں کہ بسا اوقات نزولِ آیت کے وقت ایک ہی جیسے دو واقعے پیش

آجاتے ہیں تو ایسی صورت میں دونوں ہی کو شانِ نزول کہدیا جاتا ہے۔ جس طرح لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی آیت کا نزول تو مسجد قبا کے لئے ہوا ہے مگر چونکہ مسجد نبوی اور مسجد قبا دونوں کی بنیاد تھوڑے وقت کے فاصلہ کے ساتھ رکھی گئی تھی اس لئے راویانِ حدیث نے علت مشترکہ کی بناء پر دونوں مسجدوں کو شانِ نزول قرار دے دیا بلکہ بعض روایات میں تو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کو مسجد قبا سے افضل ہونے کی وجہ سے آیت کا مصداق قرار دیا ہے بالکل اسی طرح آیت تطہیر کا حقیقی شانِ نزول تو ازواج مطہرات ہیں مگر چونکہ حضرات حسنین بمع اپنے والدین لفظ اہلِ بیت کا مصداق ہیں اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات کو کملی میں لے کر اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ارشاد فرمایا۔ ازواج اہلِ بیت سکونت ہیں یعنی ازدواجی رشتہ کی وجہ سے آپ کے گھر میں رہنے والی ہیں۔

حضرات حسنین بمع اپنے والدین اہلِ بیت نسب ہیں

اور یہ چاروں حضرات اہلِ بیت نسب ہیں یعنی نسبی اور خونی رشتہ کے لحاظ سے اہلِ بیت ہیں اور چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اہتمام کے ساتھ ان پر اہلِ بیت کا اطلاق کیا اس لئے عام طور پر اصطلاح محدثین میں اس کا اطلاق ان ہی اصحاب اربعہ بلکہ جمیع بنو ہاشم پر ہونے لگا۔ اسی وجہ سے مشکوٰۃ شریف جو علمِ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے اس کے اندر مناقب اہلِ بیت اور مناقب ازواج دونوں کے لئے الگ الگ ابواب قائم کئے ہیں۔ آیت تطہیر سے متعلق احادیث اور روایات کو بحمد اللہ قابلِ اطمینان طریقہ پر ہم نے ذکر کر دیا ہے اللہ کرے یہ لوگ اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کرلیں

اور حق و انصاف سے غور کریں۔

ائمہ اہلِ بیت کا ذکر

جہاں تک ائمہ اثنا عشر کا تعلق ہے ان کی بھی ان لوگوں نے اپنی ناواقفی یا تعصب کی بناء پر بہت کچھ توہین کی ہے حتیٰ کہ حضرت علی اور حضراتِ حسنین کے علاوہ نعوذ باللہ سب کو ہیچ قرار دے دیا ہے۔ زیادہ تفصیل کا موقع نہیں مجملاً اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ اگر آپ کے نزدیک معیار بزرگی صرف یہی ہے کہ ان کی شہرت اور ان کے کارنامے موجود ہوں تو بتلایئے ہزاروں کی تعداد میں وہ انبیاء علیہم السّلام ہیں کہ ان کے نام تک سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا برخلاف حضرات شیخین کے کہ ان کو دنیا جانتی ہے تو کیا حضرات شیخین ان انبیاء علیہم السلام سے مرتبہ میں بڑھ گئے۔ امام جعفر صادق امام ابو حنیفہ کے استاذ اور شیخ ہیں امام باقر تابعی ہیں علم و تفقہ کے اندر کمال درجہ رکھتے تھے یہ دونوں حضرات محدثین کے نزدیک حافظ حدیث تھے امام زین العابدین اور امام حسین کا مقام محدثین و فقہاء کے نزدیک بہت اونچا ہے۔ یہ سب ہمارے پیشوا ہیں شیعوں کے اور ہمارے درمیان ان ائمہ کے بارے میں بہت اختلاف ہے شیعہ ان کو مثل پیغمبروں کے معصوم مانتے ہیں ہم سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو معصوم نہیں مانتے۔ شیعہ ان کو احکام شرعیہ میں تحلیل و تحریم کا مختار مانتے ہیں ہم تحلیل و تحریم کا اختیار صرف خداوند قدوس ہی کے لئے مانتے ہیں۔ شیعہ ان ائمہ کو تمام پیغمبروں سے بجز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل مانتے ہیں ہم ان کو علم و عمل کے لحاظ سے بزرگ ترین شخصیت اور باطنی اعتبار سے

بہت اونچے مقام پر مانتے ہیں۔ فقہاء و متکلمین علماء و محدثین سب ان حضرات کو مانتے ہیں ان کا ذکر علمِ کلام کی کتابوں میں موجود ہے۔ ان حضرات کے خطابات بھی اہلِ سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اہل سنت ہی کے رکھے ہوئے ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ صـ۵ـ میں ہے۔

قَالَ مَالِكٌ بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّیْ فِی الْيَوْمِ وَ اللَّيْلَةِ اَلْفَ رَكْعَةٍ اِلٰی اَنْ مَاتَ قَالَ وَكَانَ يُسَمّٰی زَيْنَ الْعَابِدِيْنَ لِعِبَادَتِهٖ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین کو زین العابدین اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بڑی کثرت سے عبادت کرتے تھے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر تک دن رات میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

امام باقر کے متعلق تذکرۃ الحفاظ صـ۱۲۴ـ میں ہے۔

اِشْتَهَرَ بِالْبَاقِرِ مِنْ قَوْلِهِمْ بَقَرَ الْعِلْمَ تَعْنِیْ شَقَّهٗ فَعَلِمَ اَصْلَهٗ وَ خَفِيَّهٗ۔

ان کا لقب باقر اس لئے ہے کہ بقر کے معنی چیرنے کے ہیں یعنی انہوں نے اس قدر علمی تحقیقات کیں کہ تمام اصول اور خفی علوم حاصل کئے حفاظ حدیث میں ان کو ذکر کیا گیا ہے حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر یاد ہوں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

تذکرۃ الحفاظ صـ۱۶۶ـ میں ہے۔

جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الشَّهِيْدِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْهَاشِمِیِّ

امام جعفر بن محمد بن علی بن شہید حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی اُن کی

اَلْاِمَامُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَلَوِیُّ الْمَدَنِیُّ الصَّادِقِ اَحَدُ السَّادَةِ الْاَعْلَامِ۔

کنیت ابو عبداللہ ہے، صادق لقب بہت اونچے درجہ کے علماء اور سادات میں سے ہیں۔

اسی طرح بقیہ ائمہ کے القاب بھی اہلِ سنت والجماعت کی کتابوں میں موجود ہیں فرمایئے یہ علامہ ذہبی وغیرہ سب اہلِ سنت والجماعت کے علماء ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ ائمہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا اور مقتداء ہیں۔ باقی حضرات شیعہ جو کچھ ان کی طرف روایات منسوب کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہیں۔ البتہ ان حضرات ائمہ سے جو احادیث بخاری و مسلم میں اور دیگر کتابوں میں منقول ہیں ہمارے نزدیک وہی روایات معتبر اور مستند ہیں۔

مکتوبات امام ربانی میں ائمہ اہلبیت کیلئے مقام قطبیت ثابت کیا گیا ہے

ائمہ کے متعلق تفسیر روح المعانی صـ $\frac{19}{226}$ میں ملاحظہ ہو۔

وَرَاَيْتُ فِیْ مَكْتُوْبَاتِ الْاِمَامِ الْفَارُوْقِیِّ الرَّبَّانِیِّ مُجَدِّدِ الْاَلْفِ الثَّانِیْ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ مَا حَاصِلُهٗ اَنَّ الْقُطْبِيَّةَ لَمْ تَكُنْ عَلٰی سَبِيْلِ الْاِصَالَةِ اِلَّا لِاَئِمَّةِ اَهْلِ الْبَيْتِ الْمَشْهُوْرِيْنَ ثُمَّ اِنَّهَا صَارَتْ بَعْدَهُمْ لِغَيْرِهِمْ عَلٰی سَبِيْلِ النِّيَابَةِ عَنْهُمْ حَتّٰی انْتَهَتْ اِلَی الشَّيْخِ السَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْكِيْلَانِیْ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ

مکتوبات مجدد الف ثانی میں ہے کہ قطبیت کا مقام اصلی طریقہ پر تو انہی ائمہ اہلبیت کو حاصل تھا جو مشہور ہیں۔ پھر ان ائمہ اہل بیت کے بعد دوسروں کو بطور نیابت حاصل ہوا حتّٰی کہ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو اصلی طریقہ پر یہ مقام قطبیت حاصل ہوا۔ حضرت شاہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی

فَنَالَ مَرْتَبَةَ الْقُطْبِيَّةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِصَالَةِ فَلَمَّا عُرِجَ بِرُوْحِهِ الْقُدُسِيَّةِ اِلٰى اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ نَالَ مَنْ نَالَ بَعْدَهُ تِلْكَ الرُّتْبَةَ عَلٰى سَبِيْلِ النِّيَابَةِ فَاِذَا جَاءَ الْمَهْدِيُّ يَنَالُهَا اِصَالَةً كَمَا نَالَهَا غَيْرُهُ مِنَ الْاَئِمَّةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

وفات کے بعد پھر نیابت کے طور پر دوسرے حضرات کو حاصل ہوتا رہے گا۔ حتیٰؒ کہ جب امام مہدی آئیں گے تو مقامِ قطبیت دیگر ائمہ اہلِ بیت کی طرح ان کو اصالۃً حاصل ہوگا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ملاحظہ فرمائیں یہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی النقل ہیں مگر ان ائمہ اہلِ بیت کے متعلق باطنی اعتبار سے مقام قطبیت جو روحانی اعتبار سے سب سے اونچا مقام ولایت ہے اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور صاف طور پر ان کو ائمہ اہلِ بیت فرما رہے ہیں۔

اللہ ربّ العزۃ کی بارگاہ میں مراتب کی بلندی، دنیا کی شہرت اور ظاہری کارناموں پر موقوف نہیں ہے بلکہ عند اللہ مرتبہ کی بلندی تقرب الی اللہ اور اس کی خداداد صلاحیت پر موقوف ہے جس میں جتنی اونچی صلاحیت خداوندِ قدوس نے ودیعت رکھی ہے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ وہ اس کو حاصل کر لیتا ہے اسی صلاحیت کے بقدر اعمال کا ثواب بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر چار حج کئے اور امت میں سے کسی نے چالیس حج کر لئے تو حضرت ابوبکر کے ایک طواف کی برابر بھی اس کے چالیس حج شاید نہ ہو سکیں۔ صحابہ کا مرتبہ اسی لئے پوری امت میں سب سے افضل ہے کہ ان کو ان کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت کے بقدر تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اگر ہم کو ان کی صلاحیت کے بقدر ثواب ملے تو ہم اس کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ وہ باطنی دنیا میں اپنی روحانی توجہات سے اصلاحِ امت کے کام میں مشغول ہیں جو عند اللہ ان کا اعلیٰ ترین عمل ہے اور اللہ کے یہاں ان کا بہت ہی بڑا مرتبہ ہے ہم اور آپ ان کو جانتے بھی نہیں مثل مشہور ہے ولی را ولی می شناسد یعنی ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے بہر حال جب آپ کو ان حضرات کے حالات سے واقفیت نہیں تو ان ائمہ کرام کی بدگوئی اور اہانت کا کوئی حق نہیں۔ مجدد صاحب فی الواقع بہت اونچی شخصیت ہیں انہوں نے ان ائمہ عظام کو پہچانا۔

؎ قدرِ جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مجدد صاحب حنفی نے اپنے مکتوبات میں اہلبیت کے فضائل میں سولہ[۱۶] حدیثیں ذکر کی ہیں

انہی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات کے اندر مکتوب[۳۶] دفترِ دوم میں فضائل اہلِ بیت کی سولہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں جن میں آخری حدیث یہ ہے کہ پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ شخص رہے گا جو میرے اہلِ بیت اور میرے صحابہ سے محبت کرے گا۔ اپنے اس مکتوب کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے ان اشعار پر ختم فرمایا۔ ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

آپ حضرات تو حضرات حسنین کو آلِ رسول ہی نہیں مانتے مگر مجدد صاحب ان ہی بنو فاطمہ یعنی حضرات حسنین کو آلِ رسول فرما رہے ہیں۔ اور کتنے احترام کے ساتھ حضرات حسنین کا واسطہ دے کر اپنے حسن خاتمہ کی دعا کر رہے ہیں۔

احادیث سے حضرات حسنین کا آلِ رسول ہونا ثابت ہے

تاہم احادیث سے بھی حضراتِ حسنین کا آلِ رسول اور اولادِ رسول ہونا ثابت ہے۔ نسائی شریف میں حدیث ہے۔

(۱) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ فِيْهِمَا فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَطَعَ كَلَامَهُ فَحَمَلَهُمَا ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ رَأَيْتُ هٰذَيْنِ يَعْثُرَانِ فِيْ قَمِيْصِهِمَا فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ كَلَامِيْ (نسائی شریف ص ۲۰۹ ج ۱، ترمذی شریف ص ۲۱۸، ابوداؤد شریف ص ۱۵۸ ج ۱)

حضرت بریدة سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما دو سُرخ قمیص پہنے ہوئے اور ان قمیصوں میں لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ کلام منقطع کیا اور منبر پر سے اُتر کر ان کو اُٹھا لیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزة نے سچ فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ سُرخ قمیصوں میں لڑکھڑاتے ہوئے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ سلسلہ کلام منقطع کرکے میں نے ان کو اٹھا لیا۔

❖ ❖ ❖

یہ حدیث صحاح ستہ کی تین کتابوں میں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کو اس حدیث میں اپنی اولاد قرار دے رہے ہیں ورنہ تو آیت سے استشہاد بے معنیٰ ہوجائے گا۔

(۲) عَنْ أَنَسٍ يَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُوْلُ بِفَاطِمَةَ أُدْعِيْ لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ (ترمذی شریف ص ۲۱۸ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اہلِ بیت میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے تو آپ نے فرمایا کہ حسن اور حسین ہیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر آپ ان کو سونگھتے اور چمٹا لیتے تھے۔

❖ ❖ ❖

اس حدیث کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنا ابن (بیٹا) فرما رہے ہیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نُعْمٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أُنْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا يَسْأَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ

اہلِ عراق میں سے ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کیا کہ کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس عراقی کو دیکھو کہ مچھر کے خون کے متعلق سوال کر رہا ہے حالانکہ انہی عراقیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو شہید کیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حسن اور حسین دُنیا کے اندر

مِنَ الدُّنْیَا۔ (بخاری شریف ص ۵۳۰ ج ۱) میرے دو پھول ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات حسنین سے کتنی محبت تھی، کہیں بے قراری کے ساتھ خطبہ میں گود میں لے رہے ہیں، کہیں بیٹا بیٹا کہہ کر محبت سے ان کو چمٹا رہے ہیں، کہیں ان دونوں کو پھول فرما کر غلبۂ محبت میں سونگھ رہے ہیں، فاروقی صاحب کے نزدیک حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کا کوئی کارنامہ نہیں۔ مگر افسوس اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اللہ کے رسول کی محبوبیت کا شرف اور مقام کتنا بلند ہے بڑے بڑے کارناموں کے بعد بھی یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

یہ مرتبہ بلند مِلا جس کو مِل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ سب سے اونچا اسی وجہ سے ہے کہ ان کو بھی اللہ ربُّ العزۃ کے رسول کی محبوبیت کے مقام کا شرف حاصل تھا جو بعد والوں کو ہزاروں سال کی عبادت کے بعد بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہمارے تو صرف ارادۂ حبِ رسول ہی کے اندر اگر کچھ ذرۂ خلوص پیدا ہوجائے تو ہم اسی کو اپنے لئے سب سے اونچا مقام اور اپنے مقصدِ حیات کی کامیابی تصور کریں گے مگر افسوس کہ ہم اس کے اندر بھی ہر طرح سے ناقص ہیں۔

ؔ ایسی قسمت تھی کہاں سیکھتے کچھ کسب کمال
بے کمالی میں بھی افسوس کہ کامل نہ ہوئے

امام مہدی سے متعلق احادیث

(۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَةَ۔ (ابوداؤد شریف ص ۵۸۸)

حضرت اُمِّ سلمہ فرماتی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ مہدی میری عترت میں سے یعنی فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ قَالَ زَائِدَةُ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ رَجُلًا مِنِّیْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِیْ زَادَ فِیْ حَدِيْثِ فِطْرٍ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔ (ابوداؤد ص ۵۸۸، ترمذی ص ۴۶ ج ۲ وقال ہذا حدیث حسن صحیح)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا کے ختم ہوجانے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کردے گا کہ ایک شخص کو میرے اہلِ بیت میں سے پیدا فرمائے گا کہ اس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ پر ہوگا۔ اور وہ دنیا کو اُسی طرح عدل و انصاف سے بھردیگا کہ جس طرح وہ پہلے ظلم و ناانصافی سے بھری ہوئی تھی۔

(۶) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَيَمْلِكُ الْاَرْضَ سَبْعَ سِنِيْنَ۔ (ابوداؤد شریف ص ۵۸۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا اس کی پیشانی بلند کھڑی ناک ہوگی زمین کو عدل و انصاف سے بھردے گا جس طرح کہ وہ پہلے ظلم و ناانصافی سے بھری ہوئی تھی، سات سال زمین پر اسکی حکومت رہے گی

(۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہٗ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰی مُقَدِّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّئُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا مَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ۔ (ابوداود ص۵۸۹)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص نہر کے پیچھے سے نکلے گا جس کا نام حارث حراث ہوگا اس کے لشکر کے مقدمہ پر منصور نام کا ایک شخص ہوگا وہ آل محمدؐ کی مدد کرے گا جس طرح قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا ضروری ہوگا۔

(۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ۔
(ترمذی شریف ج۲ ص۴۶ وقال ہذا حدیث حسن صحیح)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ختم ہونے سے پہلے ایک شخص میرے اہلِ بیت میں سے سرزمین عرب کا مالک ہوگا اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

فاروقی صاحب نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اولادِ علی کو اولادِ محمد یا آلِ محمد کہنا قرآن کی صریح خلاف ورزی اور اللہ کی حکم عدولی ہے۔ یہ بات اس حد تک درست ہے کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کے علاوہ دیگر ازواج سے جو اولادِ علی ہے اس کو اولادِ محمد یا آلِ محمد کہنا واقعی قرآن کے خلاف ہے لیکن سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی اولاد کا جہاں تک تعلق ہے ان کو اولادِ محمد یا آلِ محمد کہنا بالکل درست ہے کیونکہ احادیث مذکورہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرات حسنین کو اپنی اولاد اور ابن اور امام مہدی کو اپنی عترت اور آلِ محمد اور

اہلِ بیت فرمایا ہے اس کا یہ مطلب کہ نعوذ باللہ رسول اللہ نے بھی قرآن کی خلاف ورزی کی۔

قرآن کریم میں لڑکی کی اولاد کو بھی آل کہا گیا ہے

لڑکی کی اولاد پر آل کا اطلاق قرآن کریم کے عین مطابق ہے

کیونکہ قرآن کریم میں خداوند قدوس نے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ میں حضرت عمران کے نواسہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آلِ عمران فرمایا ہے چنانچہ تفسیر روح المعانی ج۳ ص۱۳۱ میں ہے وَالْمُرَادُ بِاٰلِ عِمْرٰنَ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاُمُّہٗ لفظ آل کے زائد ہونے یا حضرت موسٰی و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو مراد لینے کی تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری میں نفی کردی ہے کیونکہ یہ اقوال سیاق و سباق کے خلاف ہیں۔ اب دیکھئے اس آیت کے اندر لڑکی کی اولاد پر آل کا اطلاق کیا گیا ہے۔

نیز سورۃ کوثر کی آخری آیت اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ کے متعلق تفسیر روح المعانی ج۳۰ ص۲۴۶ میں ہے کہ جب آنحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیم کی وفات ہوئی تو عاص بن وائل نے بہت خوشی منائی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لاولد اور منقطع النسل ہوگئے اس کے جواب میں خداوند قدوس نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا دشمن ہی ابتر اور منقطع النسل ہوگا جس کا مفہوم صاحبِ تفسیر نے یہ نکالا کہ وَاَمَّا اَنْتَ فَتَبْقٰی ذُرِّیَّتُکَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسل اور ذریت باقی رہے گی اب اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کو آپ کی اولاد نہ کہا جائے تو

آپ کا منقطع النسل ہونا لازم آئے گا۔ چنانچہ صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں وَفِیْهَا دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ اَوْلَادَ الْبَنَاتِ مِنَ الذُّرِّیَّةِ یعنی یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ لڑکی کی اولاد ذریت اور اولاد میں داخل ہے اس لئے بنو فاطمہ کا اپنے آپ کو آلِ رسول اور اولادِ رسول کہنا بالکل صحیح ہوا۔

اسی وجہ سے تمام علماء و فقہاء اور متکلمین کا اس پر اجماع ہے کہ اولاد سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دنیا کے تمام خاندانوں میں نسبی لحاظ سے اشرف اور افضل ہے۔ نبراس جو علم العقائد کی کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۰۳ پر ہے۔

بنو فاطمہ عرب کے تمام ہی خاندانوں میں افضل ترین ہیں

وَاَمَّا فَضْلُ اَوْلَادِهِمْ فَلَا شَكَّ اَنَّ اَوْلَادَ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَفْضَلُ لِلْاَحَادِیْثِ وَقَدْ یُقَالُ فَضْلُ غَیْرِهِمْ عَلٰی تَرْتِیْبِ فَضْلِ آبَاءِهِمْ وَفِیْهِ نَظَرٌ لِعَدَمِ الدَّلِیْلِ الشَّرْعِیِّ۔

لیکن حضرات خلفاء ثلاثہ کی اولاد کا جہاں تک تعلق ہے تو بلاشبہ حضرت فاطمہ کی اولاد ان سے افضل ہے احادیث کی وجہ سے۔ اب بعض کے نزدیک خلفاء ثلاثہ کی اولاد کی باہمی فضیلت خلفاء ثلاثہ کی ترتیب فضیلت کے مطابق ہوگی مگر چونکہ اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں اس لئے سب کا درجہ مساوی ہوگا۔

تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۶۴/۲۶ میں ہے۔

ثُمَّ اِنَّ اَشْرَفَ الْعَرَبِ نَسَبًا اَوْلَادُ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا لِاَنَّهُمْ یَنْتَسِبُوْنَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْفُقَهَاءُ۔

یعنی تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ نسبی لحاظ سے عرب کے تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ اشرف اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، کیونکہ ان کا انتساب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے۔

عین الہدایہ صفحہ ۲۹/۲ میں ہے، ورنہ بنو ہاشم اور ہاشمیوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد اطہار بلاشبہ افضل ہیں۔ تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۶۵/۲۶ میں علامہ سمہودی کا قول نقل کیا گیا ہے۔

بنو فاطمہ کو بواسطہ حضرت فاطمہ شرفِ جزئیت رسول حاصل ہے

قَالَ الشَّرِیْفُ السَّمْهُوْدِیُّ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ اَوْلَادَهَا بَضْعَةٌ مِنْهَا فَیَكُوْنُوْنَ بِوَاسِطَتِهَا بَضْعَةً مِنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا فِیْ غَایَةِ الشَّرَفِ لِاَوْلَادِهَا وَعَدَمِ انْقِطَاعِ نَسَبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَیْضًا فِیْ حَدِیْثٍ اَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ كُلُّ نَسَبٍ وَّصِهْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِهْرِیْ۔

علامہ سمہودی نے کہا کہ حضرت فاطمہ کی اولاد بواسطہ حضرت فاطمہ کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہے جس سے اولاد فاطمہ کا انتہائی اشرف ہونا ثابت ہوتا ہے نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جزئیت رسول کے شرف کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب جاری ہے آپ کا نسب منقطع نہیں ہوا جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ہر نسبی اور سببی رشتہ قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسبی اور سببی رشتہ باقی رہے گا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرات علماء جزئیت رسول کو کتنی اہمیت دے رہے ہیں مگر ان مؤلفین حضرات نے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام تک ذکر نہیں کیا کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ذکر کرنے کے بعد یقیناً شرف جزئیت تسلیم کرنا پڑتا۔ ابن عساکر کی اس روایت کی تائید مسند احمد اور مستدرک حاکم کی روایات ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

وَقَدْ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَلَا كَلَامَ فِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ يَقْبِضُنِيْ مَا يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُنِيْ مَا يَبْسُطُهَا وَاِنَّ الْاَنْسَابَ تَنْقَطِعُ كُلُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ غَيْرُ نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ وَحَدِيْثُ بَضْعِيَّةِ فَاطِمَةَ مُخَرَّجٌ فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيْ۔

(روح المعانی)

جن کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند اور حاکم نے مستدرک میں صحیح سند کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرا ایک جزء ہے جس چیز سے اس کو ناگواری ہوگی اس سے مجھکو بھی ناگواری ہوگی اور جس چیز سے اس کو خوشی ہوگی اس سے مجھکو بھی خوشی ہوگی۔ اور تمام انساب قیامت کے روز منقطع ہوجائیں گے بجز میرے نسبی اور نسبتی رشتوں کے۔ اور جزئیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث تو بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

* * * * *

نیز تفسیر روح المعانی صفحہ ۶۵ ج ۱۸ میں ہے۔

وَقِيْلَ لَا يَنْفَعُ نَسَبٌ

بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے

يَوْمَئِذٍ اِلَّا نَسَبُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ وَالْحَاكِمُ وَالضِّيَاءُ فِي الْمُخْتَارَةِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ وَقَدْ اَخْرَجَ جَمَاعَةٌ نَحْوَهُ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَرْفُوْعًا وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ نَحْوَهُ مَرْفُوْعًا اَيْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ خَبَرٌ مَقْبُوْلٌ لَا يَكَادُ يَرُدُّهُ اِلَّا مَنْ فِيْ قَلْبِهِ شَائِبَةُ نُصْبٍ نَعَمْ يَنْبَغِي الْقَوْلُ بِاَنَّ نَفْعَ نَسَبِهِ اِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ تَشَرَّفُوْا بِهِ۔

روز سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا نسب کام نہیں آئے گا۔ چنانچہ بیہقی، طبرانی، بزار، ابونعیم، حاکم اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ہر سببی اور نسبی رشتہ قیامت کے روز منقطع ہوجائے گا بجز میرے سببی اور نسبی رشتوں کے۔ اور مسور بن مخرمہ سے اسی روایت کے مثل راویوں کی ایک جماعت نے مرفوعاً روایت کی ہے اسی طرح ابن عساکر نے بھی اسی کے مثل مرفوعاً حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قابل قبول ہے اس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جس کے اندر خارجیت کا اثر ہوگا۔ البتہ یہ ضرور کہا جائے گا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا فائدہ مند ہونا انہی مؤمنین کے لئے ہوگا جو شرف ایمان رکھتے ہیں۔

حضرات فقہاء و محدثین کا یہ اصول ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کثیر التعداد راوی کسی حدیث کو نقل کرتے ہوں تو اگرچہ وہ طرق ضعیف ہی کیوں نہ ہوں ان کو درجۂ صحت دے کر قبول کر لیا جاتا ہے خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس کے متعلق صاحب تفسیر روح المعانی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو خارجی ہوگا کی روایت تو تقریباً صحیح ہے۔

ایک جماعت کے نزدیک لڑکی سے نسب جاری ہونا حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے

بہر حال ان روایات کثیرہ جن کو درجۂ قبولیت حاصل ہے اور سورۂ کوثر کی آخری آیت جس کی تفصیل گذر چکی ہے یہ سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقاء نسب پر دلالت کر رہی ہیں اور بقاء نسب کے انکار کی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منقطع النسب ہونا لازم آتا ہے اس لئے بہت سے علماء محققین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے سلسلۂ نسب کے جاری ہونے کو آپ کی خصوصیت پر محمول فرما رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی صـ ۲۱۳ میں ہے۔

وَادَّعٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ هٰذَا مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اخْتَلَفَ اِفْتَاءُ اَصْحَابِنَا فِىْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالَّذِىْ اَمِيْلُ اِلَيْهِ الْقَوْلُ بِالدُّخُوْلِ۔

یعنی بعض علماء نے دعوی سے یہ بات کہی ہے کہ (لڑکی سے نسب کا جاری ہونا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ باقی اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے فتاوی مختلف ہیں لیکن میری رائے یہی ہے کہ یہ آپکی خصوصیت ہے کہ لڑکی کی اولاد نسل اور ذریت میں داخل ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞

اس سے بھی بڑھ کر دیکھئے حضرت مولانا شیخ محمد طاہر صاحب محدث گجراتی نور اللہ مرقدہٗ متوفی ۹۸۶ھ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ مشہور کتاب مجمع بحار الانوار جس میں مشکلات الحدیث کی تشریح کی گئی ہے دو بڑی بڑی ضخیم جلدوں میں ہے تمام علماء آج تک اس سے استفادہ کرتے چلے آتے ہیں وہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ موضع پٹن ضلع میسانہ شمالی گجرات (پالنپور کے متصل) کے رہنے والے ہیں پٹن ہی میں آپ کا مزار ہے آپ صدیقی النسل ہیں اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات صـ ۹۹ میں اسی حدیث کے متعلق جس کو معترض صاحب نے نہایت اہانت اور حقارت کے ساتھ رد کر دیا ہے، فرماتے ہیں۔

كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ يَنْتَسِبُوْنَ اِلٰى عَصَبَةِ اَبِيْهِمْ اِلَّا وُلْدَ فَاطِمَةَ فَاَنَا اَبُوْهُمْ وَاَنَا عَصَبَتُهُمْ فِيْهِ اِرْسَالٌ وَضُعْفٌ وَلٰكِنْ لَهٗ شَاهِدٌ عَنْ جَابِرٍ رَفَعَهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِىٍّ فِىْ صُلْبِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ ذُرِّيَّتِىْ فِىْ صُلْبِ عَلِىٍّ وَبَعْضُهَا تُقَوِّىْ بَعْضًا وَقَوْلُ ابْنِ الْجَوْزِىْ اَنَّهٗ لَا يَصِحُّ لَيْسَ بِجَيِّدٍ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ

(یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں) کہ تمام لوگ اپنے باپ کے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بجز فاطمہ کی اولاد کے کہ میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل بھی ہے اور اس میں ضعف بھی ہے لیکن حضرت جابر کی روایت مرفوعہ اس کی شاہد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی صلب میں رکھا اور میری اولاد کو علی کی صلب میں رکھا چونکہ اس روایت کے بعض طرق بعض کی تقویت کر رہے ہیں اس لئے ابن جوزی کا اس روایت کو صحیح نہ کہنا درست

لِاخْتِصَاصِہٖ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔ ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾

نہیں، پھر یہ کہ اس حدیث میں دلیل بھی ہے کہ یہ خصوصیت صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ہے کہ آپ کی اولاد حضرت فاطمہ سے چلے گی۔

اب غور فرمایئے شیخ محمد طاہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ جو صدیقی النسل ہیں وہ بھی حضرت فاطمہ سے نسب کے جاری ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بتلا رہے ہیں اگر کوئی سادات میں سے ہوتا تو یقیناً آپ کو بہت کچھ اعتراضات کا موقع مل جاتا کہ اپنی فضیلت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت باتیں کر رہے ہیں لیکن یہاں تو ایک صدیقی النسل جو اعلیٰ درجہ کا محقق، محدث اور فقیہ ہے وہ اپنی تحقیق پیش کر رہا ہے جو یقیناً آپ کے لئے قابلِ قبول ہوگی۔ چونکہ اس بحث کے ذکر کرنے سے ہمارا منشا صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں نے اس روایت کو جس حقارت سے ٹھکرایا تھا یہ غلط ہے بلکہ مسئلہ اپنی جگہ ایک حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ حضرات علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے اس لئے ہم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رائے زنی کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ہمارا مقصد اور منشاء اس پر موقوف نہیں۔ البتہ وہ لوگ جو نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انقطاعِ نسب کو ثابت کرنے میں نہایت سرگرم ہیں ان کے لئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شرفِ جزئیت رسول ہی ناقابلِ انکار حقیقت ہے جس کو ہم اس سے پہلے مکمل طور پر بیان کر چکے تاہم اس جگہ بھی کچھ عرض کر دینا مناسب ہے۔

آیت قرآنی کے تحت حضرات حسنین ذریت رسول میں داخل ہیں

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ اپنی تفسیر

معارف القرآن ص ۱۸۱ پارہ ۷ میں تحریر فرماتے ہیں، اس میں ایک اشکال تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دختری اولاد میں سے ہیں یعنی پوتے نہیں ہیں تو ان کو ذریت کہنا کیسے صحیح ہوگا اس کا جواب عام علماء، وفقہاء نے یہ دیا ہے کہ لفظ ذریت پوتوں اور نواسوں دونوں کو شامل ہے اور اسی سے استدلال کیا ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں داخل ہیں، معترض کہتا ہے کہ اولاد علی کو اولاد محمد کہنا قرآن کے خلاف ہے مگر مفتی محمد شفیع صاحب و دیگر علماء و فقہاء بالاتفاق حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو اولاد رسول فرما رہے ہیں۔ اور سنئے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

فقہاء کے نزدیک بھی اولادِ بنات اولاد میں داخل ہیں

وَ لَوْ وَقَفَ عَلٰی نَسْلِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ دَخَلَ فِیْہِ اَوْلَادُ الْبَنِیْنَ وَ اَوْلَادُ الْبَنَاتِ قَرُبُوْا اَوْ بَعُدُوْا۔

اگر کسی شخص نے اپنی نسل اور اپنی ذریت پر کچھ وقف کیا تو اس میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کی اولاد داخل ہوگی خواہ قریب کے ہوں یا دور کے۔

اب معترض بتلائے کہ فتاویٰ عالمگیریہ کے اس مسئلہ کی رو سے اولاد فاطمہ کو اولاد رسول میں داخل کیا جائے گا یا نہیں، نیز حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے مجموعہ فتاویٰ ص ۲۶۰ ج ۲ میں فتاویٰ خیریہ سے نقل کیا ہے۔

لَا شُبْہَۃَ فِیْ اَنَّ لَہٗ شَرَفًا مَّا وَ کَذَا اَوْلَادُہٗ

(یعنی جس کی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہ ہو) تو بلاشبہ اس کو اور اس کی اولاد کو آخر زمانہ

فِی آخِرِ الدَّهْرِ. یعنی قیامت تک ماں کے سیدہ ہونے کی وجہ سے شرف حاصل رہے گا۔

٭ ٭ ٭ ٭

ناظرین اس سے اندازہ لگائیں کہ جب ایک معمولی درجہ کی سیدہ عورت کا شرف قیامت تک اس کی اولاد میں رہے گا تو حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کا شرفِ جزئیت رسول کوئی کیونکر مٹا سکتا ہے۔ زمزم کے کنوئیں میں آپ نے پانی پی کر کلی کر دی تھی تو قیامت تک اگر زمزم کے کنوئیں میں آپؐ کے لعاب دہن کی برکت باقی رہ سکتی ہے تو جگر پارۂ رسول کی شرافت اور فضیلت کا اثر قیامت تک کیسے باقی نہ رہے گا۔ بہرحال اس بات کو ہم نے الحمدللہ مدلل طور پر ثابت کر دیا کہ تمام علماء وفقہاء کے نزدیک اولاد فاطمہ اولادِ رسولؐ ہے۔

اولادِ علی میں خلافت نہ ہونے کی بحث

اب جہاں تک اولادِ علی میں خلافت نہ ہونے کی بات ہے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت اور خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نصیحت فرمائی تھی کہ خاندانِ نبوت کو خلافت اور ملوکیت راس نہیں آئے گی۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ وقت کے تقاضوں اور دفع ظلم کے لئے ہوا شریعت کے مطابق اپنی صوابدید پر یہ حضرات چلے ان سب حالات کے اندر ان حضرات کے اقدامات کو حسنِ نیت پر محمول کیا جائے گا نہ یہ کہ ان حضرات کی مظلومیت کا چٹخارے لے لے کر مذاق اُڑایا جائے اُس زمانہ کے اندر بھی ظالموں کی کچھ کمی نہیں تھی اقتدار پسندی کے نشہ میں ظالموں نے کس کو چھوڑا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کے زہر سے بجھی ہوئی چھڑی کی نوک چبھو کر

حجاج بن یوسف نے شہید کیا حضرت عبد اللہ بن الزبیر نواسہ صدیق اکبر اور حضرت اسماء بنت ابوبکر پر اسی حجاج نے کتنا ظلم کیا حضرت عبد اللہ ابن الزبیر کو حرم محترم میں نماز کی حالت میں شہید کیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان حضرات صحابہ کی جلالت قدر سے دُنیا واقف ہے۔ ہجرت کے موقع پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کتنی خدمت کی حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع قرآن کے سلسلہ میں قائم کردہ چار رُکنی کمیٹی کے اہم ترین ممبران میں سے تھے۔ غرض یہ کہ اس زمانہ کے حالات کا اگر صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو انسان اس نتیجے پر پہونچے گا کہ خاندانِ نبوت اور خاندانِ خلافت دونوں ہی کو اقتدار پسند لوگوں نے اپنے اقتدار کے لئے خطرہ سمجھ کر خواہ مخواہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا تھا۔ حجاج کے مظالم کو سب نے فراموش کر دیا ہے اب اگر حضراتِ شیعہ یزید پر لعنت کرتے ہیں تو خوارج حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت اور شہادت پر شادماں نظر آتے ہیں۔ سابقہ تاریخ کے اوراق صرف عبرت کے لئے ہوا کرتے ہیں اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ بہرحال حضرات حسنین اور جمیع صحابہ کی طرف سے حُسنِ ظن رکھنا ہی اہلِ سُنّت والجماعت کا مسلک ہے۔ باقی جہاں تک تا قیامت اولادِ علی میں خلافت نہ آنے کی بات ہے تو یہ احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ امام مہدی قربِ قیامت میں قیامت سے پہلے ہی ہوں گے اور اولادِ علی میں سے ہوں گے بالاتفاق خلیفہ برحق ہوں گے۔ امام مہدی کے متعلق احادیث گذر چکی ہیں مزید کچھ احادیث مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

دراحادیث نبوی آمدہ است علیہ و ... احادیث میں آتا ہے کہ مہدی موعود

علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ مہدی موعود بیروں آمد و بر سروی پارۂ ابر بود کہ در آں ابر فرشتہ بود کہ ندا کند ایں شخص مہدی است اُورا متابعت کنید

وفرمودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ تمام روئے زمین را مالک شدند چار کس دو کس از مومنان و دو کس از کافران ذوالقرنین وسلیمان از مومنان و نمرود وشداد از کافران و مالک خواہد شد آں زمین را شخص پنجم از اہل بیت من یعنی مہدی۔

وفرمودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام دنیا نرود تا آنکہ بعث کند خدائے تعالیٰ مردے را از اہل بیت من کہ نام او موافق نام من بود و نام پدر او موافق نام پدر من باشد پس پر سازد زمین را بداد وعدل چنانچہ پر شدہ بجور و ظلم۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

ودر حدیث آمدہ کہ اصحاب کہف اعوان حضرت مہدی خواہند بود۔

جب نکلیں گے تو ان کے سر پر ایک بدلی ہوگی جس میں ایک فرشتہ آواز دیتا ہوا ہوگا کہ یہ شخص مہدی ہے اس کی اتباع کرو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پوری دنیا پر صرف چار شخصوں کی حکومت ہوئی ہے جس میں دو مسلمان ایک ذوالقرنین دوسرے حضرت سلیمان اور دو کافر ایک شداد اور دوسرا نمرود اور پانچواں شخص میرے اہلبیت میں سے مہدی ہوگا (جنکی تمام روئے زمین پر بادشاہت ہوگی)

تیسری حدیث میں ہے کہ خداوند قدوس قیامت سے پہلے میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور وہ روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے مددگار ہوں گے۔ (یعنی اسوقت انکو بیدار کر دیا جائیگا)

یہ امام مہدی جن کی منجانب اللہ اتنی نصرت ہوگی کہ ہر مسلمان پر ان کی

نصرت کرنا واجب کر دیا جائیگا۔ اصحاب کہف تک کو ان کی نصرت کیلئے بیدار کر دیا جائیگا۔ یہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے خلیفہ برحق ہونگے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ تا قیامت اولاد علی میں خلافت نہ ہونےکی پیشگوئی درست نہیں۔ چنانچہ ابوداؤد شریف ص $\frac{589}{2}$ ج میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَنَظَرَ اِلٰی ابْنِہِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشْبِھُہٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِھُہٗ فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّۃً یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا۔

(ابوداؤد ص $\frac{589}{2}$ ج)

ابواسحاق نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا سید ہے اور عنقریب اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر اور ان کے باپ کا نام تمہارے نبی کے باپ کے نام پر ہوگا اخلاق میں تمہارے نبی کے مشابہ ہوگا نہ کہ جسمانیت میں۔

امام مہدی کے متعلق اہل بیت اور آل کی بحث کے ضمن میں بھی احادیث ذکر کی گئی ہیں ابوداؤد شریف میں تو مستقل کتاب المہدی کا عنوان قائم کیا گیا ہے یہ احادیث مجموعی اعتبار سے حدِ شہرۃ کو پہونچی ہوئی ہیں، پھر مجدد صاحب علیہ الرحمہ کا ذکر کر دینا تو بڑی اہمیت رکھتا ہے ان احادیث سے یہ نتائج نکلتے ہیں کہ امام مہدی کی نصرت ہر مسلمان پر واجب ہوگی، امام مہدی کی نصرت کے لئے اصحاب کہف تک کو بیدار کر دیا جائے گا، تمام روئے زمین پر ان کی حکومت ہوگی، ان کا نام حضور علیہ السلام کے نام پر محمد ہوگا اور ان کے باپ کا نام حضور علیہ السلام کے باپ کے نام پر عبداللہ ہوگا، امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ غور فرمایئے اولاد علی رضی اللہ عنہ کو کتنی نصرت حاصل ہوگی۔

شیعہ سنی کے مابین امام مہدی کے بارے میں اختلافات

حضرات شیعہ بھی امام مہدی کو مانتے ہیں مگر ہمارے اور ان کے درمیان اختلافات ذیل ہیں۔ (۱) امام مہدی کے والد شیعوں کے نزدیک امام حسن عسکری ہیں، ہمارے نزدیک امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔
(۲) ہمارے نزدیک امام مہدی حسنی ہوں گے اور شیعوں کے نزدیک حسینی ہوں گے۔
(۳) ہمارے نزدیک محمد بن عبداللہ مہدی کا پیدا ہو کر روپوش ہو جانا ثابت نہیں، شیعوں کے نزدیک محمد بن حسن عسکری روپوش ہیں۔

لفظِ سیّد کی بحث

اب جہاں تک لفظ سیّد کی بحث کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں معترض نے اَلسَّیِّدُ ہُوَ اللّٰہُ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی پر لفظ سیّد کا اطلاق گویا ناجائز ہے بظاہر معترض کو یہ نہیں معلوم کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے اور شانِ حدوث اس کا کیا ہے ورنہ تو وہ یقیناً حوالہ دیتا ایسی صورت میں حدیث کا صحیح مطلب معترض کیسے سمجھ سکتا ہے، خیر! سنئے یہ حدیث ابوداؤد شریف ص ۶۶۲ ج ۲ میں اس طرح مذکور ہے۔

عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ اَبِیْ اِنْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَیِّدُنَا فَقَالَ اَلسَّیِّدُ ہُوَ اللّٰہُ قُلْنَا

مطرف نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا ہم نے عرض کیا آپ ہمارے سید ہیں تو آپ نے فرمایا کہ سیّد تو اللہ ہی ہے پھر ہم نے کہا کہ آپ ہم میں سب سے

وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَّاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا بَعْضَ قَوْلِکُمْ وَلَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ ۔

افضل اور انتہائی سخی با ہمت ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فضائل بیان کر سکتے ہو مگر اس کا خیال رکھنا کہ شیطان تم کو حد سے آگے نہ لے جائے۔

اس حدیث کے متعلق حضرات محدثین ایک بات تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنے سابق سرداروں کی طرح مبالغہ آمیز بڑے بڑے القاب آپ کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے تو حضور علیہ السلام نے اس اندیشہ کے ماتحت کہ کہیں ان کی زبان سے کوئی شرکیہ کلمہ نہ نکل جائے اَلسَّیِّدُ ہُوَ اللّٰہُ فرما کر سدِّ باب کر دیا۔ اور یہ عین حقیقت بھی ہے کہ سیادت حقیقی اللہ ہی کے لئے ہے مخلوق میں اس کا استعمال صرف اضافی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے جیسا کہ مسلم شریف ص ۲۴۵ ج ۲ میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سید ہوں گا اور سب سے پہلے میں اپنی قبر سے نکلوں گا اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

یہ حدیث مسلم شریف کی ہے بالکل صحیح ہے اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو تمام بنو آدم کا سیّد فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سید کا اطلاق بندوں پر بھی جائز ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں لفظ سیّد کا اطلاق حضرات شیخین، حضرات حسنین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم پر بھی کیا گیا ہے، مگر بظاہر معترض کو صرف حضرات حسنین ہی کے متعلق معلوم ہے ورنہ تو

معترض کا اعتراض سب ہی حدیثوں پر وارد ہوتا ہے۔ حضرات حسنین کے متعلق حسب ذیل حدیثیں ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ (ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ حَسَنٌ) (ترمذی ص۲۱۸)

حضرت ابو سعید نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ترمذی شریف ص۲۱۹ میں ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے۔

وَیُبَشِّرُنِیْ بِاَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتہ مجھکو بشارت دیتا ہے کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی اور حسنین اہل جنت کے جوانوں کے سید ہیں۔

سیدا شباب کی حدیث پر اعتراض اوّل کا جواب

معترض کا پہلا اعتراض تو ان حدیثوں کی سندوں پر ہے اس کے متعلق یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ حدیث کی سندوں کی جانچ پڑتال کے لئے بڑے تبحر علمی اور بڑے تجربے کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خارجی قرائن و شواہد اور توارث عملی کے پیش نظر جب حدیث درجۂ تیقن کو پہونچ جاتی ہے تو راوی کی کمزوری کے باوجود محدث اس کو قبول کرلیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں مروان کی روایات بھی ذکر کی ہیں حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ مروان کتنا بڑا ظالم تھا۔ اب اس حدیث کے متعلق حضرت مولانا شیخ محمد طاہر صاحب صدیقی گجراتی نور اللہ مرقدہٗ کی تحقیق سنئے۔ مولانا موصوف

اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات ص۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ حَسَّنَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَالْمُتَّھَمُ فِیْہِ مُتَابَعٌ وَلَہٗ شَاھِدٌ صَحَّحَہُ الْحَاکِمُ۔

یعنی اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور صحیح قرار دیا ہے اس میں جو راوی متہم ہے اس کا متابع بھی موجود ہے اس کا ایک شاہد بھی ہے جسکی حاکم نے تصحیح کی ہے

یہ جو کچھ فرمارہے ہیں شیخ محمد طاہر صاحب ہیں جو سادات میں سے نہیں بلکہ صدیقی النسل ہیں۔ اگر ان بزرگوں کے دلوں میں نعوذ باللہ ذرہ برابر بھی اہل بیت رسول سے کینہ ہوتا تو اس بصیرت اور بے تکلفی کے ساتھ حدیث کی تصحیح نہ کرتے اب اگر کسی کو اہل بیت ہی سے عناد ہے تو اس کو ساری حدیثیں مجروح ہی نظر آئیں گی۔ سیکڑوں سال سے ان احادیث کو بڑے بڑے علماء خطبوں میں پڑھتے چلے آرہے ہیں خود شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ میں سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ والی حدیث موجود ہے۔ اس حدیث کی اس قدر شہرت اور اتنا تواتر خود اس کی صحت کی دلیل ہے۔ کیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یہ سب علماء بے وقوف یا جاہل ہیں۔

مجدد کا مکتوب دربارۂ حبِّ رسول

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ جو فاروقی النسل ہیں اپنے مکتوبات ص۶۹ دفتر دوم میں ارقام فرماتے ہیں اس کو بغور سنیں اور دیکھیں انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔

والد بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و علم باطنی در اکثر اوقات ترغیب بمحبت اہل بیت می فرمودند و می فرمودند کہ ایں محبت را در سلامتی

اس فقیر کے والد بزرگوار جو علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اکثر اوقات اہل بیت رسول کی محبت کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس محبت کا

خاتمہ مدخلیتے است عظیم رعایت آں باید نمود درمرض موت ایشاں ایں فقیر حاضر بود چوں معاملۂ ایشاں بآخر رسید وشعور باایں عالم کم ماند فقیر دراں وقت سخن ایشاں را بیاد ایشاں داد و ازاں محبت استفسار نمود دراں حالت بیخودی فرمودند غرقِ محبت اہلِ بیتم شکر خدا عزوجل دراں وقت بجا آوردہ شد محبت اہل بیت سرمایۂ اہلِ سنّت است مخالفاں ازیں معنیٰ غافل۔

حسن خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ ان کے مرض الموت میں یہ فقیر حاضر تھا جب معاملہ قریب الموت ہوا اور بیخودی کا عالم طاری ہونے لگا تو ان کی بات ان کو یاد دلائی اور محبت اہل بیت کے متعلق میں نے ان سے معلوم کیا تو اسی بیخودی کے عالم میں فرمایا کہ محبت اہل بیت میں میں ڈوبا ہوا ہوں اس وقت اللہ ربّ العزۃ کا شکر بجا لایا۔ محبت اہلبیت سرمایۂ اہلِ سنّت ہے مخالف لوگ اس سے غافل ہیں۔

٭ ٭ ٭ ٭

مجدّد صاحب قدس اللہ سرّہٗ کا یہ مکتوب عقائد اہلِ سُنّت کی تشریح پر مشتمل اور ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہے چونکہ مجدّد صاحب علیہ الرحمہ فنا فی الرسول تھے جس کا لازمی نتیجہ اتباعِ سُنّت اور حبِّ اہلِ بیت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس مقام میں پہونچکر انسان کے اندر سے قوم برادری حسب و نسب کے تعصبات غرض یہ کہ ہر قسم کی انانیت ختم ہو جاتی ہے پھر اس کی ہر محبت اور ہر تعلق محض اللہ کے لئے ہوتا ہے ؎ بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی۔ کا یہی مطلب ہے ورنہ تو نسب کے تحفظ کا اہتمام شرعاً بلاشبہ جائز ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

معترض نے سیدا شباب والی حدیث پر دوسرا اعتراض یہ کیا کہ

باوجود اس روایتی کمزوری کے یہ مفروضہ خود بھی اپنے گھڑنے والے کی حماقت پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ اس نے جنت کو اس دنیا پر قیاس کر کے بندۂ و آقا کی تفریق قائم کردی، معترض صاحب کو چونکہ حدیث و قرآن کا کچھ علم نہیں اس لئے حدیثوں کا جو مطلب چاہتے ہیں گھڑ لیتے ہیں اولاً تو ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر اس حدیث کو معترض ماننے سے انکار کرتا ہے تو بخاری شریف کی اس صحیح حدیث کے متعلق کیا جواب دے گا۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ۔

(بخاری شریف صـ۵۳۲ جـ۱)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سیّدہ ہیں۔ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو ناراض کرے گا اور غضب میں ڈالیگا وہ مجھکو بھی غضب میں ڈالیگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اس فرمان میں بغیر کسی استثناء کے سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اہلِ جنت کی عورتوں کی سیّدہ فرمایا ہے تو معترض کے اس قول کا یہ مطلب ہوگا کہ جنت کو دنیا پر قیاس کر کے بندہ و آقا کی تفریق کرنے کی حماقت کا اعتراض نعوذ باللہ براہِ راست جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر وارد ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اہلِ جنت کی عورتوں کی سیّدہ فرما کر نعوذ باللہ جنّت میں بھی بندہ و آقا کی تفریق قائم کردی پھر اس کا یہ بھی

نتیجہ نکلے گا کہ معترض کو جنّت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت پر بھی اعتراض ہوگا کیونکہ یہاں بھی بندہ و آقا کی تفریق لازم آرہی ہے اس کا یہ مطلب کہ معترض جنّت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام جنّتیوں کے مساوی درجہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ہے کمیونزم والی مساوات کا نتیجہ جس کا معترض علمبردار بنا ہوا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ۔

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرا اعتراض یہ کیا کہ جنّت میں تمام انبیاء جوان ہوں گے ان کا کوئی استثناء نہیں یہ اعتراض بھی معترض کی کم علمی اور حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بندۂ خدا حدیث کے اندر دنیا کی جوانی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو لوگ جوانی کی عمر میں انتقال کر گئے اور وہ جنّتی بھی ہیں تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ اس معنیٰ کے پیشِ نظر کسی استثناء کی ضرورت اس لئے نہیں کہ کسی نبی کا جوانی میں انتقال نہیں ہوا۔ بلکہ اسی وجہ سے جس حدیث میں حضرات شیخین کو اہلِ جنّت کے بوڑھوں کا سردار فرمایا تو اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا استثناء کر دیا گیا ہے۔ حدیث درج ذیل ہے۔

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ (ترمذی شریف ج۲)

یہ دونوں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنّت کے بوڑھوں کے سردار ہوں گے بجز پیغمبروں کے۔

معترض کا ایک اعتراض لفظ سیّد پر یہ ہے کہ اس کا استعمال اظہارِ قومیت کے لئے بدعت ہے جواباً عرض ہے کہ معترض کو اگر بدعت کی

حقیقت معلوم ہوتی تو یہ اعتراض نہ کرتا کیونکہ بدعت ہر اس چیز کو کہتے کہ جو دین میں داخل نہ ہو اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے اور اس کی شریعت میں کوئی اصل اور بنیاد بھی نہ ہو۔ یہاں تو لفظ سیّد کی اصل اور بنیاد صاف ظاہر ہے کہ آنحضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذاتِ اقدس پر پھر حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین پر لفظ سیّد کا اطلاق کیا پورا گھر سیادت کے لقب سے ملقب ہوگیا تو امتِ مسلمہ نے اسی اصل اور بنیاد کے پیشِ نظر آلِ رسول پر بطور اظہارِ قومیت احتراماً بولنا شروع کر دیا دوسری بات یہ کہ قومی نشان کے طور پر کسی لفظ کو مناسب طریقہ پر کوئی قوم اپنے لئے خاص کر لے تو شریعت کے اندر اس کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس لئے اس کو بدعت کہنا بالکل غلط ہے۔

مثنوی میں لفظِ سیّد کو قومیت کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے

علاوہ ازیں اب سے آٹھ سو سال پہلے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی معنوی میں لفظ سیّد کو اسی قومیت کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے اگر بدعت ہوتا تو مولانا کیوں اس کو استعمال فرماتے ؎

در دگر شہزادۂ سلطان ما است
سیّد است از خاندان مصطفیٰ است

دیکھئے حضرت مولانا سیّد بھی فرما رہے ہیں اور اس کو خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرد قرار دے رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک عام قاعدہ ہے ہر شخص اس سے واقف ہے کہ جب کوئی لفظ نام یا لقب کی پوزیشن اختیار کر لیتا ہے تو اس کے

حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہوتے۔ مثلاً فیض عالم، سیّد عالم، سردار عالم، خورشید عالم اکرم وغیرہ ان ناموں کے چونکہ حقیقی معنیٰ مراد نہیں صرف مسمّیٰ کی ذات مراد ہے اس لئے آج تک کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اسی طرح لفظ اعمش ایک بہت بڑے محدث کا لقب ہے اس سے صرف ان کی ذات مُراد ہے حقیقی معنیٰ یعنی چُندھا مراد نہیں اس لئے حضرات علماء نے اس پر نہ غیبت کا حُکم لگایا اور نہ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے تحت لاکر اس کو ناجائز قرار دیا۔ باقی جناب سیّد تلمیذ الدین صاحب نقوی اور جناب محمود احمد صاحب عباسی بیشک امروہہ کی بڑی شخصیتیں تھیں مگر ان کی تحریرات سے جائز ناجائز کے مسائل میں استدلال کرنا بالکل بے معنیٰ بلکہ بے وقوفی ہے کیونکہ یہ حضرات نہ عالم ہیں نہ مولوی نہ مفتی نہ مذہبی لحاظ سے پیشوا یا مقتدا ہیں۔ اب جب لفظ سیّد بطور اظہارِ قومیت عرفِ عام میں استعمال ہونے لگا تو ضروری نہیں کہ ہر شخص اس کے حقیقی معنیٰ مراد لے کر از راہِ غرور و تکبر استعمال کرتا ہو۔ بدظنی یہ خود ایک گناہ ہے۔ خدا جانے آپ کو لفظ سیّد سے کیوں اتنی چڑ ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں، سیّد کے علاوہ اور جتنے معزز و محترم الفاظ ہیں وہ سب لکھ سکتا ہے۔ مثلاً حضرت، جناب، مکرم، محترم، قبلہ وکعبہ، محترما۔ جب آپ کو علم نہیں تو یہ فتوے کیوں صادر فرما رہے ہیں۔

قبلہ وکعبہ کا لقب مکروہ ہے

فتاویٰ رشیدیہ جدید ص۵۶۶ پر قبلہ وکعبہ کے لقب کو مکروہ تحریمی لکھا ہے آپ اس کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ اور لفظ سیّد کو آج تک کسی عالم اور فقیہ نے مکروہ تک نہیں لکھا مگر آپ اس کو حرام کے قریب لئے جا رہے

ہیں۔ حیرت ہے نہ معلوم کیوں اتنا غم وغصہ اور غیظ وغضب برپا کیا جا رہا ہے۔ اگر سیّد سادات کا قومی نشان ہے تو آپ کو اس سے کیا نقصان پہونچ رہا ہے۔ آپ اس سے بھی اونچا لقب اپنا مقرر کرلیں تو کسی کو کیا اعتراض ہوگا۔ چونکہ آپ نے شیعہ سُنی کی تفریق کئے بغیر سب کچھ کہہ ڈالا، ائمہ اہلِ بیت تک کو نہ چھوڑا اس صورت میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو مطلقاً آلِ رسول اور خاندانِ رسول ہی سے بغض اور دشمنی ہے ورنہ تو آپ کم از کم اہلِ سنت کا کسی نہ کسی عنوان سے استثناء کر دیتے۔ بہرحال لفظ سیّد کا اظہارِ قومیت کی غرض سے استعمال اور اپنے نام کے شروع میں لکھنا شرعاً نہ بدعت ہے اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے نہ یہ حرام ہے نہ ناجائز۔

کفایۃ المفتی میں ہے کہ اپنے نام کیساتھ لفظ سیّد لکھنا جائز ہے

دیکھئے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کفایۃ المفتی ص۲۵۹ ج۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہر شخص کو اپنی نسل کے لحاظ سے سیّد یا قریشی یا مغل وغیرہ کا لقب اپنے نام کے ساتھ ملحق کرنا جائز ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

دہلی۔

نیز کفایۃ المفتی ص۲۵۳ میں ہے۔ جواب: بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی لغۃً واحتراماً سیّد ہیں اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہیں مگر اصطلاحاً سیّد کا لفظ بنو فاطمہ کے لئے خاص ہوگیا ہے۔ محمد کفایت اللہ۔

ان فتاویٰ کی رو سے لفظ سیّد لکھنے اور بولنے دونوں کا جواز صراحۃً ثابت

ہو رہا ہے۔ نیز مفتی صاحب رحمہ اللہ اتنی باکمال شخصیت ہونے کے باوجود بنو فاطمہ اور بنو ہاشم کا کتنا احترام فرما رہے ہیں یہ ان کے تعلق مع الرسول کی دلیل ہے بیشک افراد سے آپ کو اختلاف ہو سکتا ہے اس پُر فتن دور میں تو ہر خاندان کے اندر کچھ نہ کچھ گمراہیاں پھیلی ہوئی ہیں ہاں آپ اگر ان کی نشاندہی کر کے یہ فرما دیتے کہ رفض اور خروج کی وجہ سے نسب تو باقی رہتا ہے لیکن نسبی شرافت ختم ہو جاتی ہے تو یہ ایک معقول بات تھی۔ جس طرح ابولہب کا نسب تو بہر حال اس کا باقی ہے مگر شرافت ہاشمیت ختم ہو گئی اس کی اولاد حرمتِ زکوٰۃ کے شرف میں داخل نہیں۔ مگر آپ نے تو بغیر کسی استثناء کے مطلقاً سادات بنو فاطمہ و بنو ہاشم کے شرف کا جو صحیح احادیث سے ثابت ہے انکار کر دیا۔ خواہ مخواہ سادات کی مخالفت اور ان کی طرف سے کینہ و عناد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ بغرضِ عبرت خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۵۹ سے ایک واقعہ درج ذیل کیا جاتا ہے ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے مگر واقعہ اپنی جگہ صحیح ہے۔

قاضی شہاب الدین اور سید اجمل کا قصہ

قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمہ اللہ جو سید نصیر الدین حسنی چراغ دہلی کے خلیفہ اعظم مولانا محمد خواجگی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے جن کو صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں در علوم ظاہری طاق و برموز باطنی شہرۂ آفاق بود قلم و زبان را طاقت آں نیست، کہ بتحریر و تقریر اوصافش پردازد، واقعہ یہ پیش آیا کہ قاضی صاحب کے ساتھ دربار شاہی کے مصاحبین میں ایک صاحب سید اجمل بھی تھے جن کیساتھ دربار میں آگے پیچھے بیٹھنے پر قاضی صاحب

کا کچھ تکرار ہو گیا تو قاضی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس میں علم کی سیادت پر فضیلت ثابت کی اس کے اندر منجملہ اور دلائل کے یہ بھی تحریر کیا کہ علماء کی فضیلت بوجہ علم کے نہایت واضح اور یقینی ہے برخلاف سیادت کے کہ اس کی فضیلت موہوم ہے کہ بسا اوقات اس کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اس رسالہ کی تحریر کے بعد قاضی صاحب کو خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔ دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ ناراضگی فرما رہے ہیں اور سید اجمل کو راضی کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ صبح کو جب قاضی صاحب نیند سے بیدار ہوئے تو سید اجمل صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور معذرت کر کے ان کو راضی کر لیا پھر اس واقعہ کے بعد قاضی صاحب نے 'مناقب السادات' کے نام سے سادات کرام کے فضائل میں ایک کتاب لکھی اس کتاب کا تذکرہ علامہ بلگرامی نے 'سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان' میں بھی کیا ہے۔ اس واقعہ سے ایک تو قاضی صاحب کی عاجزی و انکساری، خلوص و للّٰہیت اور بے نفسی کا اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ منامی پر فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس کر کے سید اجمل صاحب کے راضی کرنے کو اپنی کسرِ شان نہ سمجھا۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نسبی اہانت، اور اپنی اولاد کے ساتھ لوگوں کا رقیبانہ سلوک کس قدر ناگوار ہے۔ اب جو لوگ حضور علیہ السلام کے خاندان پر اپنے خاندانوں کو فضیلت دینا چاہتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ ان کے اس طرزِ عمل سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نسبی کمتری لازم آئے گی وہ آپ کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہوگی۔ بہتر ہے کہ تمام تعصبات سے کنارہ کش ہو کر حقیقت پر غور کریں اور جس خاندان کا جو مقام شریعت نے رکھا ہے اس کو اپنے دل میں جگہ دیں۔

خاندانی تفاضل کی شکایت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

باقی خاندانی تفاضل کی شکایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی پیش آچکی ہے جس کا جواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور اس جواب پر صحابۂ کرام مطمئن بھی ہوگئے۔ چنانچہ بخاری شریف صہ ۵۳۵ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَیْرَ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُ بَنِی النَّجَّارِ ثُمَّ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْھَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِی الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِیْ سَاعِدَۃَ وَفِیْ کُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ فَلَحِقَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ فَقَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ اَلَمْ تَرَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ خَیَّرَ الْاَنْصَارَ فَجَعَلَنَا آخِرًا فَاَدْرَکَ سَعْدٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خُیِّرَ الْاَنْصَارُ فَجُعِلْنَا آخِرًا فَقَالَ اَوَلَیْسَ

ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر بنو نجار کا پھر بنو عبد الاشہل کا پھر بنو حارث کا پھر بنو ساعدہ کا گھرانہ ہے باقی انصار کے تمام ہی خاندان بہتر ہیں۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر ہماری ملاقات سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا آپ کو معلوم نہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بہترین گھرانوں کی نشاندہی کی مگر ہم کو سب سے آخر میں رکھا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے انصار کے بہترین گھرانوں کے بیان میں ہمارے گھرانہ (بنو ساعدہ) کو سب سے آخر میں کر دیا تو

بِحَسْبِکُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا مِنَ الْخِیَارِ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا تم اس پر مطمئن نہیں ہو کہ تمہارا گھرانہ بھی (اگرچہ آخری نمبر پر ہے مگر پھر بھی) بہترین گھرانہ ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار مدینہ کے سرداروں میں سے قدیم الاسلام صحابی اور اہل عقبہ میں سے ہیں، جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبیلہ بنو ساعدہ کو ترتیب فضیلت میں آخری درجہ رکھا تو انسانی فطرت کے جذبات کے تحت انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی شکایت پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو آخری درجہ پر کیوں رکھا گیا۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس پر مطمئن نہیں ہو کہ تم کو بھی بہترین گھرانوں میں شمار کیا گیا ہے اگرچہ آخری ہی درجہ میں ہے اس جواب کو سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور بسر و چشم قبول کر لیا۔ ایمان اسی کا نام ہے کہ بے چون و چرا اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں اور ان کے حکم کے آگے انسان بالکل سرنگوں ہو جائے اسی طرح بنو فاطمہ اور بنو ہاشم کی دیگر قبائل قریش پر جو فضیلت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جس کو تمام ہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے اور پوری امت مسلمہ نے بلا تامل تسلیم کیا ہے تو آج اس کا انکار کرنا آفتاب نیمروز کے انکار سے کم نہ ہوگا۔

خاندانِ قریش کے فضائل

باقی خاندانِ قریش جس میں بنو فاطمہ، بنو ہاشم اور حضرات خلفاء راشدین بھی داخل ہیں وہ عرب کے خاندانوں میں افضل ترین خاندان ہے اس کی بھی احادیث

میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اہمیت کے ساتھ بہت فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف صفحہ ۴۹۷ میں ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا) عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِی قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ امر خلافت ہمیشہ قریش ہی میں رہے گا جب تک کہ دو شخص بھی قریش کے باقی ہوں۔

اس حدیث میں استحقاقِ خلافت کو خاندانِ قریش ہی میں منحصر کر دیا گیا ہے کہ اگر دنیا میں دو شخص بھی قریش کے باقی ہوں تو انہیں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا جائے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

(عَنْ مُعَاوِیَةَ رض) فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِی قُرَیْشٍ لَا یُعَادِیْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّهُ اللّٰہُ عَلٰی وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ (بخاری شریف صفحہ ۴۹۷)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ یہ امر خلافت قریش ہی میں رہے جو ان سے برسرِ پیکار ہوگا اللہ رب العزت اس کو اوندھا گرا دیگا بشرطیکہ قریش بھی دین کو قائم کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

تیسری حدیث میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَیْشٍ نَکَالًا فَاَذِقْ آخِرَهُمْ نَوَالًا (رواہ الترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب چکھایا تو بعد والوں کو اپنے انعام و اکرام سے نوازے۔

چوتھی حدیث میں ہے۔

عَنْ سَعْدٍ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یُرِدْ هَوَانَ قُرَیْشٍ اَهَانَهُ اللّٰہُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِی)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو قریش کی اہانت کرے گا اللہ اس کی اہانت کرے گا۔

دوسری اور چوتھی حدیث میں مخالفین قریش پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی۔ تیسری حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کیلئے دعاء فرمائی کہ ان کو اپنے انعام و اکرام سے نوازے اس دعاء کی مقبولیت حضرات خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی شکل میں ظاہر ہوئی یہ تینوں حضرات خاندانِ قریش ہی میں تھے۔ خداوندِ قدوس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء قبول فرما کر ان حضرات کو کتنی نعمتوں سے نوازا خاندانِ قریش کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، اگر کوئی فاطمی یا ہاشمی نہیں ہے، تو صرف قریشی ہونا ہی اس کی خاندانی عظمت و شرافت کے لئے بہت کافی ہے۔ اس پر اس کو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے نہ یہ کہ بنو فاطمہ اور بنو ہاشم کی تذلیل و توہین کرے۔ اب ایک سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خاندانی تفاضل (جس کو فاروقی صاحب نے بیچ و پنج سے تعبیر کیا ہے) کیوں بیان فرمایا۔ حقیقت میں تو اس کی مصلحت اور حکمت اللہ ہی جانتا ہے البتہ اپنی عقل ناقص میں اسکی مصلحت یہ آتی ہے کہ ہر انسان فطری طور پر اپنے خاندان اور اپنے باپ کو سب سے اونچا سمجھتا ہے اس لئے باہمی اختلاف اور ٹکراؤ کی صورتیں رونما ہوتیں پھر فیصلہ کی بھی کوئی صورت نہ نکل سکتی تھی لیکن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حقائق اور فضائل کو بیان فرما دیا تو تمام اختلافات کے اندیشہ بالکل ختم ہو گئے۔ حدیث رسول سننے کے بعد بھی اگر کوئی اختلافات کرتا ہے تو یہ سراسر جہالت ہے۔ جس کا فیصلہ اللہ رب العزۃ ہی کی

بارگاہ میں ہوگا۔

حضرت علیؓ کی خلافت پر اعتراضات کے جوابات

اب معترض نے حضرت علی کی خلافت پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب دینا بھی ضروری ہے اس سلسلہ میں پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تاریخی روایات وہی قابلِ اعتبار ہیں جو حدیث و قرآن اور اجماع امت کے مطابق ہوں۔ کیونکہ دین اور مذہب کا دار و مدار قرآن و حدیث اور اجماع پر ہے تاریخی روایات پر دین و مذہب کی بنیاد نہیں ہے اسی وجہ سے اس رسالہ میں ہر جگہ انہیں تین چیزوں سے استدلال کیا ہے۔ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے انعقاد پر نظر ڈالئے شرح عقائد نسفی جو علم العقائد اور علم الکلام کی ایک مشہور کتاب ہے اس کی شرح نبراس کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے۔

ثُمَّ اسْتُشْهِدَ عُثْمَانُ وَتَرَكَ الْاَمْرَ مُهْمَلًا فَاجْتَمَعَ كِبَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالْتَمَسُوْا مِنْهُ قَبُوْلَ الْخِلَافَةِ يُرِيْدُ اَنَّهٗ كَانَ كَارِهًا لَهَا وَهٰكَذَا كَانَتِ الصَّحَابَةُ زَاهِدِيْنَ عَنِ الدُّنْيَا وَبَايَعُوْهُ لِمَا كَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ عَصْرِهٖ وَاَوْلَاهُمْ بِالْخِلَافَةِ وَاعْلَمْ اَنَّ

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور خلافت کے معاملہ کو یونہی چھوڑ گئے۔ اس کے بعد بڑے بڑے مہاجرین و انصار جمع ہوئے اور انہوں نے حضرت علی سے خلافت کو قبول کرنے کی درخوست کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بادلِ نخواستہ خلافت کو قبول فرمایا اور صحابہ تو اسی طرح دنیا سے بے رغبتی رکھتے تھے اور لوگوں نے اس لئے بیعت کی کہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور مستحقِ خلافت

بَعْضَ النَّاسِ يَزْعَمُ اَنَّ خِلَافَةَ عَلِيٍّ لَمْ تَثْبُتْ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ خَالَفُوْهُ وَحَارَبُوْهُ وَاُجِيْبَ بِاَنَّ صِحَّةَ الْخِلَافَةِ غَيْرُ مُحْتَاجَةٍ اِلَى الْاِجْمَاعِ بَلْ يَكْفِيْ بَعْضُ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ وَقَدْ بَايَعَ عَلِيًّا اُلُوْفُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

تھے۔ اب کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علی کی خلافت پر اجماع اور اتفاق نہ ہو سکا کیونکہ بعض صحابہ مخالف ہوئے اور انہوں نے حضرت علی سے جنگ کی مگر لوگوں کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ انعقادِ خلافت کے لئے اجماع ضروری نہیں ہے بلکہ اہلِ حل و عقد کی تھوڑی سی تعداد کی بیعت بھی کافی ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہزاروں مہاجرین و انصار نے بیعت کی (اس لئے حضرت علی کی خلافت صحیح ہوئی اور وہ خلیفہ برحق ہوئے۔)

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

دوسرا جواب یہ ہے کہ صفین و جمل کے واقعات خلافت سے اختلاف کی بناء پر نہیں تھے۔ بلکہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تھے اور ظاہر ہے کہ مطالبہ قصاص اسی سے کیا جائے گا جس کو پہلے خلیفہ تسلیم کر لیا جائے اس بناء پر مطالبہ قصاص مستلزم خلافت ہوا۔

حضرت علیؓ کی چوتھے نمبر پر خلافت برحق تھی

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چوتھے نمبر پر خلافت اوّل دن ہی سے شرعًا برحق اور صحیح ہوئی اور صفّین و جمل میں بھی بالکل حق بجانب تھے۔ البتہ فریق مخالف میں چونکہ اہلِ اجتہاد تھے اور ان سے اپنے اجتہاد میں

خطاء ہوئی لیکن خطاء اجتہادی معفوعنہ ہے اس لئے یہ سب حضرات شرعاً معذور ہوئے اور ان پر کسی بھی قسم کا سب وشتم کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ یہ تو حضرات اہلِ سُنّت والجماعت کا مذہب ہے۔ لیکن خوارج تینوں حضرات یعنی حضرت علیؓ حضرت عائشہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور شیعہ حضرت علی سے جتنے بھی لڑنے والے ہیں سبھوں کو کافر کہتے ہیں، عمریہ اور واصلیہ جو فرقہ معتزلہ کی دو شاخیں ہیں وہ دونوں فریق کو فاسق کہتے ہیں۔

فرقۂ خوارج کا ذکر

ان باطل فرقوں میں سب سے پہلا فرقہ جو وجود میں آیا ہے وہ فرقۂ خوارج تھا جس کی پیشینگوئی مخبرِ صادق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی۔ چنانچہ مسلم شریف ص۳۴۲ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ فِرْقَتَانِ فَیَخْرُجُ مِنْ بَیْنِہِمَا مَارِقَۃٌ یَلِیْ قَتْلَہُمْ اَوْلَاہُمْ بِالْحَقِّ۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اندر دو فرقے ہوجائیں گے ان کے درمیان سے ایک مارقہ یعنی فرقۂ خوارج نکلے گا اس کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق سے زیادہ قریب ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

فِیْہِ حُجَّۃٌ لِاَہْلِ السُّنَّۃِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ مُصِیْبًا

کہ اس حدیث میں صفین وجمل کے اندر حضرت علی کے حق بجانب اور فریق ثانی

فِیْ قِتَالِہٖ وَالْاُخْرُوْنَ بُغَاۃٌ لَاسِیَّمَا مَعَ قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْتُلُہُمْ اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ بِالْحَقِّ وَعَلِیٌّ وَاَصْحَابُہٗ ہُمُ الَّذِیْنَ قَتَلُوْہُمْ وَفِیْ ہٰذَا مُعْجِزَاتٌ ظَاہِرَۃٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّہٗ اَخْبَرَ بِہٰذَا وَجَرٰی کُلُّہٗ کَفَلَقِ الصُّبْحِ۔

کے خاطی اور باغی ہونے میں اہلِ سُنّت کے لئے اپنے موقف کے صحیح ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی وہی ان خوارج سے قتال کرے گی اور یہ قتال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہے اس لئے ان کا حق سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہوگیا۔ اور اس حدیث کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے ہوئے معجزات ہیں کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب صبح صادق کی روشنی کی طرح وجود میں آیا۔

تاہم چونکہ اس حدیث میں فریقِ ثانی کو باطل پر نہیں کہا گیا اسی لئے اہلِ سُنّت والجماعت ان کا بھی احترام کرتے ہیں۔ مسلم شریف ص۳۴۳ میں ایک دوسری حدیث نہایت مفصّل اور طویل ہے۔ اس میں خوارج سے قتال کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا صرف خلاصہ درج ذیل ہے۔

خوارج سے قتال کا ذکر

زید بن وہب جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس لشکر میں تھا جو خوارج کے مقابلہ کے لئے نکلا

تھا اسی لشکر کے اندر ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی اور اثنارِ تقریر میں فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امّت میں ایک جماعت ایسی نکلے گی کہ تمہاری قرأت قرآن تمہاری نماز اور روزہ ان کے روزہ، نماز اور قرأت کے سامنے کچھ نہ ہوگا مطلب یہ کہ وہ قرآن بڑے بناؤ اور سنوار کے ساتھ پڑھیں گے نمازوں کی لمبی لمبی رکعتیں اور ان کے رکوع وسجود طویل ہوں گے مگر یہ سب ظاہر ہی ظاہر ہوگا لیکن باطنی طور پر یہ قرآن اور نماز ان کے حلق سے نہیں اُتریں گے اس لئے ان کے دِلوں پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا مطلب یہ کہ اللہ و رسول سے ان کو کوئی دِلی تعلق نہ ہوگا اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح گذر جائیں گے جس طرح کہ تیر تیزی کے ساتھ نشانہ سے پار گذر جاتا ہے تو اس پر خون کا کچھ بھی نشان محسوس نہیں ہوتا اسی طرح یہ خوارِج اسلام سے گذر جائیں گے مگر اسلام کا ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوگا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جو لشکر ان لوگوں سے قتال کرے گا اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان خوارج سے قتال کرنے والوں کو اللہ کے نبی نے جن جن فضیلتوں اور ثواب کی بشارت دی ہے تو وہ غالباً اس ثواب کو سُن کر آئندہ اپنی نجات کے لئے مزید کسی عمل کی ضرورت نہ سمجھیں۔ اب اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ خوارج وہی ہیں جن کی حضور علیہ السّلام نے پیشین گوئی فرمائی تو سُن لو ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ اس کا ایک بازو بغیر کلائی کا ہوگا اور اس کے کاندھے کے کنارے پر عورت کے سرپستان کی طرح ایک گھنڈی ہوگی اس گھنڈی پر کچھ سفید بال ہوں گے۔ تم لوگ حضرت امیر معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جانا چاہتے ہو اور ان خوارج کو اپنے پیچھے

چھوڑے جاتے ہو تمہارے جانے کے بعد پھر یہ تمہارے اموال و اولاد کو ہلاک کریں گے اور لوٹ مچائیں گے خدا کی قسم میرا یہی خیال ہے کہ جن خوارج کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے وہ یہی لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہکر ان کا ناحق خون بہایا ان کے اموال اور مویشیوں کو مالِ غنیمت کہکر لوٹا۔ لہٰذا تم اللہ کا نام لے کر ان سے جہاد کرنے کے لئے چلو۔ سلمہ بن کُہیل نے بیان کیا کہ زید بن وہب جہنی نے اپنے اس سفر کی ہر ہر منزل کا ذکر کیا پھر کہا کہ ہم ایک پل پر سے گذرے تو دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ اس روز خوارج کے لشکر کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا تو اس نے اپنے لشکر کو ہدایت دی کہ نیزے پھینک کر اپنی تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ حرورا کی جنگ کی طرح یہ لوگ اچانک تم پر چڑھائی کر دیں گے پھر تم قرب اور نزدیکی کی وجہ سے نیزے استعمال نہ کر سکو گے۔ چنانچہ سبھوں نے تلواریں میانوں سے نکال لیں اور آمادۂ جنگ ہوئے اس کے بالمقابل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو ہدایت دی کہ تم نیزوں سے ان پر حملہ کرو۔ اس وقت خوارج کی تلواریں بیکار ثابت ہوئیں کیونکہ تلوار سے نزدیک والے کو مارا جا سکتا ہے مگر حضرت علی کا لشکر دور سے نیزوں سے حملہ کر رہا تھا اس لئے ان پر تلواروں کی کوئی ضرب نہ پہونچی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنونِ جنگ میں مہارت تامّہ رکھتے تھے تو ایسی حکمت عملی سے جنگ کی کہ خوارِج کے لشکر میں لاشوں کے انبار لگ گئے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ اب جبکہ خوارج مکمل طور پر شکست کھا کر بھاگ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ان لاشوں میں ناقصُ الیدین یعنی ٹُنڈے کی لاش کو تلاش کرو جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی لوگوں نے

اس کو تلاش کیا مگر ایسی لاش ان کو کہیں نہ ملی بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود تلاش کرنے کے لئے نکلے تمام لاشوں کو ہٹا ہٹا کر دیکھا تو لاشوں کے بالکل نیچے اس ٹنڈے کی لاش نکلی اس کو دیکھتے ہی بے ساختہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے اللہ اکبر نکلا اور فرمایا کہ اللہ نے سچ کہا اور اس کے مقدس رسول نے ہم کو اللہ کی بات پہو نچائی' اتنے میں عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تحقیق کیا کہ کیا واقعی خدا کی قسم آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ٹنڈے کے متعلق خود سُنا تھا یہ تین مرتبہ پوچھا تینوں مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے خود سُنا تھا۔ یہ روایت بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفۂ برحق ہونے کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں مختلف بغاوتوں کا مقابلہ کرنا اور خوارج سے اتنا خوفناک اور خونریز قتال کرنا اور نہایت پامردی کے ساتھ جمے رہنا یہ نصرت الٰہی نہیں تو اور کیا ہے۔ باقی نئی نسل کے مزاجوں میں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دورِ خلافت ہی میں تبدیلی رونما ہونے لگی۔ فتنے آنے ہی تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا قصور! البتہ سب سے بڑا فتنہ خوارج کا تھا جس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حد تک کچل دیا کہ اس وقت سے لے کر آج تک یہ خوارج دنیا کے اندر کسی بھی جگہ نہ منظم ہو سکے نہ اپنی کوئی طاقت بنا سکے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج پر اتنے غیظ و غضب کا اظہار کیوں فرمایا ان کو شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَۃِ یعنی بدترین مخلوق اور کلابُ النار یعنی جہنم کے کتے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ کہ اگر یہ خوارج مجھکو مل جائیں تو میں ان کو قومِ ثمود کی طرح مار ڈالوں۔

خوارج اہلِ بیت رسُول سے بغض رکھتے ہیں

یہ غیظ و غضب غالبًا اسی لئے تھا کہ خوارج اہلِ بیتِ رسول سے بغض رکھتے ہیں اور بغض اہلِ بیت کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فضائل کا بھی انکار کرنا پڑے گا جو آپ کے اور اہلِ بیت کے درمیان لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً اہلِ بیتِ رسول کی خاندانی لحاظ سے کمتری ثابت کرنے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی کمتری یقیناً لازم آئے گی اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آنحضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی جہت سے کمتری کا عقیدہ ایمان بالرسالہ کے بالکل منافی ہے اب زیرِ بحث کتاب تحفۃ الانساب کے سلسلہ میں قطع نظر اس کے کہ ان ہر دو مؤلفین کی نیت کیا ہے تاہم آئندہ آنے والی نسل اپنی خاندانی تعلّی اور تفوّق کے جذبہ میں آکر یقیناً اپنے آپکو خاندان بنو ہاشم (جو حضور علیہ السّلام کا خاندان ہے) سے افضل اور اشرف سمجھیگی جس میں ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یقیناً کمتری لازم آئے گی۔ اسی لئے امروہہ کے بڑے بڑے اہلسنّت حضرات مثلاً مولانا سیّد طاہر حسن صاحب شیخ الحدیث مدرسہ جامع مسجد امروہہ ، مولانا محمد عزّتُ اللہ صاحب صدیقی جناب حکیم محمد شعیب صاحب صدیقی، جناب ماسٹر سیّد علی سخی صاحب نقوی، الحاج سیّد مشاہد حسین صاحب اور خاص طور پر جناب مرغوب الحق صاحب مجاہد فاروقی محلہ وکیلان جو ماشاء اللہ دینی اور ملّی کاموں میں نہایت سرگرم اور باعمل شخصیت ہیں امروہہ کی ممتاز ہستی ہیں اِن سے گذارش ہے کہ اس فتنہ کی روک تھام کریں اور اس کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ فرمائیں۔ کیونکہ آپس کی باہمی رنجشیں اور باہمی رقابتیں

چلتی رہتی ہیں اشخاص کے دفن کے ساتھ وہ بھی دفن ہوجاتی ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر تو ایمان واسلام کے شاندار قلعہ کی بنیاد قائم ہے اس لئے آپ کی ذرّہ برابر بھی اہانت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

غارِ ثور کا قصّہ

غارِ ثور کے اندر حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُمتِ مسلمہ کو اسی اہم نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی دینِ اسلام کی اصل اور بنیاد ہے۔ مشرکینِ مکّہ جب غارِ ثور پر پہونچ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت ہراساں ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق جاں نثار کی اس پریشانی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اے ابوبکر تم کیوں پریشان ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اِنْ قُتِلْتُ فَاَنَا رَجُلٌ وَاِنْ قُتِلْتَ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ وَالدِّيْنُ یعنی اے اللہ کے رسول میں اس وجہ سے بے چین اور مضطرب ہوں کہ اگر میں قتل کردیا گیا تو میں ایک شخص واحد ہوں لیکن خدانخواستہ آپ شہید کردیئے گئے تو آپ کی ذاتِ اقدس سے تکمیلِ دین اور تاقیامت اُمتِ مسلمہ کی اصلاح وابستہ ہے اس لئے مجھے صرف آپ کی جان کا غم ہے اپنی جان کا کوئی خوف نہیں۔ ؎ اللہ رے وُفورِ محبت کی شورشیں

جو غم مِلا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

غرور و تکبّر کی بحث و تحقیق

اب جہاں تک غرور و تکبّر کی بات ہے یقیناً یہ انتہائی مذموم اور قبیح

چیز ہے اللہ ربُّ العزّۃ اس سے ہمیں محفوظ رکھے اس کی بنیاد احساسِ برتری پر قائم ہوتی ہے مثلاً فرعون کے اندر جب احساسِ برتری پیدا ہوا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کردیا برخلاف حسد کے کہ اس کی بنیاد احساسِ کمتری پر ہے ابلیس نے جب اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السّلام سے اور ابوجہل نے اپنے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کمتر سمجھا تو دونوں کے اندر آتشِ حسد بھڑک اُٹھی۔

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری۔ خویشتن افگند در صد ابتری

از حسد می خواست تا بالا بود ۔ خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود

آں ابوجہل از محمد ننگ داشت ۔ وز حسد خود را ببالا می فراشت

بوالحکم نامش بد و بوجہل شد۔ اے بسا اہل از حسد نااہل شد

حضرت مولانا جلال الدّین رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے یہ اشعار ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السّلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمتر سمجھ کر سیکڑوں پریشانیوں میں مبتلا کرلیا۔ حضرت آدم پر حسد کر کے اونچائی اور بلندی پر پہونچنا چاہا بلندی کیا حاصل ہوتی اور اپنے آپ کو اس نے خون آلود کرلیا۔ اسی طرح ابوجہل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حسد ہوا تو اس حسد سے اپنے آپ کو اوپر سے نیچے گرالیا پہلے اس کا نام ابوالحکم تھا مگر حسد کے نتیجہ میں ابوجہل اس کا نام ہوگیا۔ اسی طرح بہت سے اہل اور لائق لوگوں نے اپنے آپ کو حسد کے اندر ڈال کر نالائق بنالیا ان کی تمامتر قابلیتیں ختم ہوگئیں۔ بہرحال غرور و تکبّر ہو یا حسد و کینہ ہو دونوں ہی مذموم چیزیں ہیں کیونکہ بندے کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ ربُّ العزّۃ کی عطا اور اس کی نعمت ہے۔ خود اس کا خانہ زاد کچھ بھی نہیں اس لئے کسی کی دی ہوئی چیز پر تکبّر کرنا انتہائی بے وقوفی اور حماقت ہے خصوصاً حسب ونسب پر کیونکہ

ان میں تو انسان کے کسب اور اختیار کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں۔ اس پروردگارِ عالم نے ہم کو مسلمان کے گھر پیدا کیا اچھے گھرانہ میں اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا فرمایا یہ اس مالک اور ربُّ العالمین کے انعامات لائقِ صد شکر ہیں ورنہ تو وہ جہاں بھی چاہتا پیدا کر سکتا تھا ہم مجبورِ محض تھے۔ موت و حیات ہمارے قدرت و اختیار میں نہیں۔ شدّاد نے نہایت غرور و تکبّر کے ساتھ جنّت بنائی مغرورانہ انداز میں جونہی اس نے قدم رکھا فوراً اس کو ملک الموت نے آکر دبالیا۔ مغرور ہونے کا کیا سوال ہم تو ہر طرح سے شادی و غمی موت و حیات سب چیزوں میں اللہ ربُّ العزّۃ کے حکم کے آگے مجبور ہیں۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اسی طرح حسد و کینہ بھی انتہائی حماقت کی دلیل ہے۔ انسان دنیا کے اندر بغیر اللہ ربُّ العزّۃ کے حکم کے کسی دوسرے کی نعمت کو نہ چھین سکتا ہے۔ نہ زور و زبردستی کے ساتھ خزانہ غیبی پر ڈکیتی ڈال سکتا ہے بلکہ شیطان اور ابوجہل کی طرح اپنا بھی سب کچھ کھو دیتا ہے۔ تاہم یہ روحانی امراض ہیں ہر انسان کے اندر کبر و حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، مگر انسان کا امتحان اسی میں ہے کہ اپنے غرور و تکبّر اور کینہ و حسد کے جذبات کے مقتضی پر عمل نہ کرے باقی قطعی طور پر تو ان امراض روحانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے علماء و صلحاء اور صحبت مشائخ ذکر کثیر اور مجاہدات کی ضرورت ہے۔ یہ امراض روحانی اللہ ربّ العزّۃ سے غافل کر دینے والے اور اس کی محبت و معرفت کی راہ میں زبردست رکاوٹ بننے والے ہیں۔ اب جبکہ ان امراض میں ایک قسم کا ابتلاء عام ہے تو ایسی صورت میں

ایک دوسرے پر غرور و تکبّر کا الزام رکھنا اور خود کو بری سمجھنا بہت بڑی نادانی ہے۔ جو قلوب غرور و تکبّر حسد و کینہ امراض روحانیہ سے خالی ہوتے ہیں وہی اللہ ربُّ العزّۃ کی محبّت و معرفت کا گہوارہ بنا کرتے ہیں۔

شدہ است سینہ ظہوری پر از محبّت یار
نماند جائے دگر بہر کینۂ اغیار

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی کمتری کا پہلو اختیار نہ کیا جاتا اور آپ کے خاندان پر اپنے خاندانوں کو فضیلت نہ دی جاتی اور بات صرف آپس کی شخصیات تک محدود رہتی تو شاید ان لوگوں کی تحریرات کے جواب دینے کے لئے طبیعت اتنی محنت و کاوش پر آمادہ نہ ہوتی۔ چونکہ انسان کا دل وساوس شیطانیہ کی آماجگاہ ہے اس لئے احقر اپنی نیت کا تجزیہ کرنے سے عاجز ہے بس اس پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں جو اپنے بندوں کے اعمال و اخلاص کا قطعاً محتاج نہیں بصد عجز و نیاز دعاء ہے کہ اس رسالہ میں چونکہ آنحضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی برتری پر حملہ کا دفاع ہے اس لئے اس کو اس نالائق اور کمترین کی طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ قبول فرما کر میری اور میرے متعلقین و معاونین اساتذہ و مشائخ اور جملہ احباب کے لئے وسیلۂ نجات بنائے اور اپنی اور اپنے مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء و خوشنودی اور امّتِ مسلمہ کی ہدایت کا اس کو ذریعہ بنائے اور وقتِ موعود پر

حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے آمین یارب العالمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

احقر الزمن مشہود حسن بن مولانا السید مقبول حسن الحسنی نسباً
والحنفی الماتریدی مذہباً ومسلکاً والچشتی الصابری الرشیدی
الحسینی مشرباً غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاساتذتہ ولمشائخہ اجمعین۔
(استاذ حدیث مدرسہ امینیہ اسلامیہ کشمیری گیٹ دہلی)

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

تصدیق

از حضرت مولانا مفتی محمد عزت اللہ صاحب صدیقی امروہی مدرس مدرسہ جامع مسجد امروہہ ضلع مراد آباد یوپی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ حضرت مولانا سید مشہود حسن صاحب کی کتاب "رسول اللہ کے خاندانی فضائل" کا مطالعہ کیا۔ مولانا موصوف نے ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا فرمایا۔ بعض شدت پسندوں کی شدت سے اہلِ سنت کے اعتدالی مزاج میں فرق آجاتا۔ اگر مولانا یہ کتاب سپردِ قلم نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حرمتِ صدقہ کی وجہ صاحب ہدایہ نے اوساخ الناس بیان کی ہے، صاف ظاہر ہے مطہرین کے مناسب اوساخ الناس میں نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ نسب کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرب ہیں۔ کتاب خلفائے راشدینؓ مصنفہ امامِ اہلِ سنت مولانا عبدالشکور صاحب ص۲۶۳ پر لکھا ہے حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خط میں حضرت علیؓ کو لکھا کہ "اَمَّا شَرَفُكَ فِي الْاِسْلَامِ وَقَرَابَتُكَ مِنَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَسْتُ اَدْفَعُهٗ" مذکورہ مقولے سے فضیلت، قرابت ونسب ثابت ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے جب حضرت عمرؓ نے نکاح کی تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصولِ شرف مقصود ہے تو جناب امیرؓ نے منظور فرمایا اور ۱۷ھ میں ۴۰ ہزار مہر پر نکاح ہوا۔ (الفاروق ص۲۰۳) تحفۂ اثنائے عشریہ میں حضرت شاہ صاحب ص۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں، اہل سنت اجماع دارند برآنکہ محبت اہل بیت کلیم بر ہر مسلم ومسلمہ فرض ولازم وداخل در ارکان ایمان است۔ (یعنی اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر تمام اہلِ بیت کی محبت فرض ہے اور ارکانِ ایمان میں داخل ہے)۔

عزت اللہ صدیقی خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ ۱۵ شعبان ۱۴۱۴ھ

أوجز السير لخير البشر

جامع الصلوات

فرامین نبوی

ترجمہ و شرح

مکاتیب النبی

تالیف

الصلات والبشر في الصلاة على خير البشر

تالیف

حققه وعلق عليه